تالیف

اسعد محمد الطیب

ترجمہ وتخریج

ابوالقاسم حافظ محمود احمد

نظرِ ثانی

ابوضیاء محمود احمد غضنفر

حدیبیہ پبلیکیشنز

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

کراماتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

تالیف

اسعد محمد الطیب

ترجمہ و تخریج

ابو القاسم حافظ محمود احمد

نظرِ ثانی:

ابو ضیاء محمود احمد غضنفر

حدیبیہ پبلیکیشنز

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون ۷۲۴۲۶۰۴
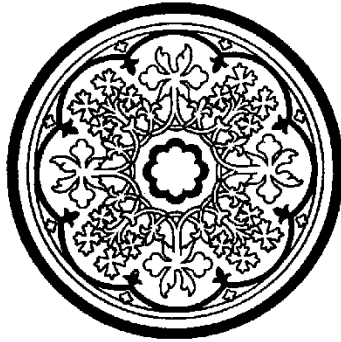
نام کتاب .... کراماتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

مولف .... اسعد محمد الطیب

ترجمہ .... ابوالسعد حافظ محمود احمد

اشاعت اول .... ستمبر 2003

تعداد .... ایک ہزار

قیمت .... -/42 روپے

ناشر .... سمیع اللہ

مطبع .... موٹروے پریس

حدیبیہ پبلیکیشنز کی جملہ مطبوعات پاکستان بھر میں تمام بڑے شہروں کے کتب خانوں میں دستیاب ہیں۔ **لاہور**: مکتبہ قدوسیہ، دارالسلام، نعمانی کتب خانہ، اسلامی اکیڈمی، مکتبہ رحمانیہ، اسلامی کتب خانہ، مکتبۃ العلم، خزینہ علم و ادب، دارالفرقان، مکتبہ سلفیہ، دارالھدیٰ، کتاب سرائے، شرکۃ الامتیاز **گوجرانوالہ**: مدینہ کتاب گھر، مکتبہ نعمانیہ، والی کتاب گھر، دارالسلام **فیصل آباد**: مکتبہ اسلامیہ، مکتبہ اہلحدیث، دارارقم **کراچی**: مکتبہ نور حرم، مکتبہ اہلحدیث (ٹرسٹ) **راولپنڈی**: تجلیات طیبہ کشمیری بازار، **اسلام آباد**: المسلم واسلامک بکس سے طلب فرمائیں۔

فہرست مضامین

کرامت کی شرعی حیثیت

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و

علی آلہ و اصحابہ اجمعین و بعد!

کرامت لغوی اعتبار سے عزت اور شرافت کو کہتے ہیں اور اصطلاحی طور پر اس کا اطلاق اس عمل پر ہوتا ہے جو کسی نیک آدمی کے ہاتھ سے خلافِ عادت ظہور پذیر ہو۔ معجزے اور کرامت میں یہ فرق ہے کہ معجزے کا ظہور نبی کے ذریعے ہوتا ہے اور کرامت ولی کے ذریعے ظہور پذیر ہوتی ہے۔ جمہور علمائے اہلِ سنت کا موقف یہ ہے کہ کسی نیک دل مومن کے ہاتھ سے خلافِ عادت امور کا ظہور پذیر ہونا شرعاً جائز ہے اور یہ اللہ رب العزت کی طرف سے اس نیک دل مومن کا اکرام ہوتا ہے اور اسے کرامت اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کو لوگوں میں عزت اور شرافت عطا فرماتا ہے۔ اور جس نیک دل مومن سے کوئی کرامت ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اُسے عرفِ عام میں ولی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ولی وہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو اور وہ شریعت کا پابند ہو اور گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو۔ کرامت کا ظاہر ہونا ولی کے اختیار میں نہیں ہوتا اور یہ اس وقت ظہور پذیر ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اور قرآنِ مجید میں بھی کرامت کے ظاہر ہونے کا تذکرہ ملتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کے حوالے سے بیان فرمایا:

﴿وَ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (سورہ آلِ عمران : ۳۷)

''اور زکریا کو اس کا سرپرست بنادیا۔ زکریا جب کبھی اس کے پاس محراب میں جاتا تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے پینے کا سامان پاتا۔ پوچھتا! مریم یہ تیرے

پاس کہاں سے آیا؟ وہ جواب دیتی اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں حضرت مریم علیہا السلام کے حوالے سے اس کرامت کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایسے میوے پڑے ہوئے حضرت زکریا علیہ السلام نے دیکھے جن میووں کا موسم نہیں تھا تو تعجب سے پوچھا اے مریم یہ میوے تمہارے پاس کہاں سے آئے اور کون دے کر گیا۔ یہ ساری صورتحال حضرت زکریا علیہ السلام کے لیے بڑی عجیب وغریب تھی کیونکہ زکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے کفیل تھے اور انہی کا ان کے پاس آنا جانا تھا اور وہی تمام ضرورت کی چیزوں کے فراہم کرنے کے ذمہ دار تھے۔ انہوں نے تعجب سے پوچھا اے مریم یہ میوے کہاں سے آئے ہیں کون دے کر گیا ہے۔ تو حضرت مریم علیہا السلام نے بڑے واضح انداز میں یہ ارشاد فرمایا کہ یہ میرے اللہ کی جانب سے آئے ہیں اور میرا اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام چونکہ نرینہ اولاد سے محروم تھے ان کی دلی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں نرینہ اولاد سے نوازے تو جب انہوں نے یہ کرامت دیکھی کہ اللہ تعالیٰ اپنی نیک بندی کو اگر بے موسمے میوے عطا کر سکتا ہے تو مجھے بھی بڑھاپے میں نرینہ اولاد سے بہرہ ور کر سکتا ہے تو فوراً اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھے اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد عطا فرما اس دعا کا تذکرہ قرآنِ مجید میں سورہ آلِ عمران میں ان الفاظ کے ساتھ آیا:

﴿هُنَا لِکَ دَعَا زَکَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّکَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾ (آلِ عمران : ۳۸)

''یہ حال دیکھ کر زکریا نے اپنے رب کو پکارا ''پروردگار! اپنی قدرت سے مجھے نیک اولاد عطا کر۔ تو ہی دعا سننے والا ہے۔''

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب کوئی اللہ کی قدرت کا کرشمہ دیکھے یا کسی ولی کی وساطت سے ظہور پذیر ہونے والی کرامت کا مشاہدہ کرے تو وہ اس وقت اپنی دل پسند التجائیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرے کیونکہ وہ دعاؤں اور التجاؤں کی قبولیت کا وقت ہوتا

ہے جیسا کہ حضرت زکریا نے حضرت مریم کی کرامت دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک ایسی دعا کی جس کے ظاہری اسباب موجود نہ تھے چونکہ زکریا علیہ السلام بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کی بیوی بھی بانجھ تھی لیکن پھر بھی حضرت مریم کے واقعہ سے متاثر ہو کر انہوں نے اپنی التجاء اللہ کے حضور پیش کر دی۔ اس یقین پر کہ میرا اللہ جو مریم کو بے موسم کے پھل عطا کر سکتا ہے تو وہ مجھے بڑھاپے میں نرینہ اولاد سے بھی سرفراز کر سکتا ہے۔ اسی طرح علمائے اہلِ سنت اصحابِ کہف کی داستان سے بھی کرامت کے ظہور پذیر ہونے کا استدلال لیتے ہیں۔ روم کے چند معزز نوجوان ایمان کی نعمت سے سرفراز ہوئے جب انہیں یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ بادشاہ زبردستی ان کو ایمان سے منحرف ہونے پر مجبور کرے گا کہ وہ چپکے سے شہر سے نکلے اور ایک غار میں داخل ہو گئے اور وہاں اللہ تعالیٰ نے ان پر عرصۂ دراز تک نیند مسلط کر دی۔ وہ وہاں تین سو نو سال تک بغیر کھانے پینے کے نیند کی آغوش میں پڑے رہے۔ یہ واقعہ بھی چونکہ خلافِ عادت حیرت انگیز تھا لہذا اسے بھی اصحابِ کہف کی کرامت تصور کیا جائے گا اور اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں وقوع پذیر ہونے والا یہ قصہ بھی کرامت ہی کہلائے گا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی رعایا میں سے یہ مطالبہ کیا کہ تم میں سے کون ہے جو ملکۂ بلقیس کا تخت اس کے میرے پاس آنے سے پہلے اٹھا کر لے آئے تو ایک شخص نے کہا کہ میں یہ کام پلک جھپکنے سے پہلے سرانجام دینے کی قدرت رکھتا ہوں اور اس نے یہ کام اپنے دعوے کے مطابق سرانجام دیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام تخت کو اپنے سامنے دیکھ کر حیران ہو گئے۔ سورۃ النمل میں اس کرامت کا تذکرہ کچھ اس انداز میں کیا گیا ہے:

﴿الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ فَلَمَّا رَاٰہُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَہٗ قَالَ ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ﴾ (سورۃ النمل: ۴۰)

"جس شخص کے پاس کتاب کا ایک علم تھا وہ بولا میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اسے لائے دیتا ہوں۔" جونہی کہ سلیمان نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا' وہ پکار اٹھا۔ "یہ میرے رب کا فضل ہے۔"

اسی طرح صحابہ کرام سے بھی کرامتیں ظہور پذیر ہوئیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساریہ نامی جرنیل کی قیادت میں ایک لشکر کو روانہ کیا ایک دن خطبۂ جمعہ کے دوران حضرت عمر نے اپنے موضوع سے ہٹ کر تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ اے ساریہ پہاڑ کی اوٹ لے لو۔ کچھ عرصہ بعد لشکر کا ایک قاصد مدینے میں آیا اور اس نے حضرت عمر سے کہا اے امیر المومنین لشکر کو شکست کا سامنا تھا میں بھی لشکر میں شامل تھا اچانک ہم نے فضا میں ایک آواز سنی کہ اے ساریہ پہاڑ کی اوٹ لے لو اس آواز کو ہم نے تین مرتبہ سنا تو ہم نے پہاڑ کی اوٹ کا سہارا لے کر دشمن کا مقابلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح نصیب فرمائی اور دشمن شکست سے دوچار ہوا اور صورتحال یہ تھی کہ جس مقام پر یہ جنگ ہو رہی تھی وہ مدینہ منورہ سے ایک مہینے کی مسافت پر واقع تھا۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آواز کو اتنی دور تک پہنچا دیا۔ اسی طرح بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک تاریک رات میں دو آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سے روانہ ہوئے تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ان کے آگے آگے روشنی چل رہی ہے آگے چل کر وہ دونوں جدا ہوئے تو روشنی بھی دو حصوں میں بٹ کر ان کے آگے آگے چلنے لگی ایک روایت میں آتا ہے کہ یہ آدمی عباد بن بشر اور اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہما تھے اسی طرح صحابہ کرام کی طرف سے بہت سی کرامتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ جن میں سے چند ایک کا تذکرہ زیرِ نظر کتاب کراماتِ صحابہ میں کیا گیا ہے۔ یہ کتاب حدیبیہ پبلیکیشنز کی جانب سے منظر عام پر لائی جا رہی ہے۔ امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے قارئینِ کرام کے دلوں میں صحابۂ کرام کی عظمت، اہمیت اور محبت اور زیادہ جاگزیں ہوگی دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں جنت میں صحابۂ کرام کی زیارت کی سعادت نصیب فرمائے۔

وصلی اللہ علی النبی محمدو علی آلہ و اصحابہ و سلم

ابوضیاء محمود احمد غضنفر

اگست ۲۰۰۳ء

مقدمہ

اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَتُوْبُ اِلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا.

امابعد:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

﴿وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْا اُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَّھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ﴾

(سورۃ الانفال : ۷۴)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد پہنچائی یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے لیے بخشش اور عزت والا رزق ہے۔''

﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَافِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا﴾

(سورۃ الفتح : ۱۸)

''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جب کے وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے اس نے وہ (صدق و اخلاص) جان لیا جو ان کے دلوں میں

تھا۔ پھر ان پر سکون و اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی''

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:۔

((لَا تَسُبُّوا اَصْحَابِی فَوَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَو أَنَّ أَحَدَکُم أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَھَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِھِم وَلَا نِصْفَهٗ))

(صحیح مسلم باب تحریم سب الصحابہ ۱۹۶۷/٤)

''میرے صحابہؓ کو بُرا مت کہو (گالیاں نہ دو) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی شخص (دنیا کے سب سے بڑے پہاڑ) احد پہاڑ کے برابر سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کرے تو ان کے ایک مد یا آدھے مد کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔''

(مد کا وزن تقریباً آدھ کلو اور دو چھٹانک سے تھوڑا سا زیادہ ہوتا ہے)

اسی طرح رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلنُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ فَإِذَا ذَھَبَتِ النُّجُومُ أَتَی السَّمَاءَ مَا تُوعَدُ وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِی فَإِذَا ذَھَبْتُ أَتَی أَصْحَابِی مَایُوعَدُونَ وَأَصْحَابِی أَمَنَةٌ لِأُمَّتِی فَإِذَا ذَھَبَ أَصْحَابِی أَتَی أُمَّتِی مَایُوعَدُونَ))

(بخاری شریف فضائل صحابہ ۲۹۲۰۲۔ مسلم شریف فضائل الصحابہ ٤/ ۱۹۶۱)

''ستارے آسمان کے لیے بچاؤ ہیں۔ جب ستارے چلے جائیں گے (یعنی مٹ جائیں گے) تو آسمان پر وہ چیز آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی قیامت)۔ اور میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بچاؤ ہوں جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحابؓ پر بھی وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی فتنہ وفساد) اور میرے صحابہؓ میری تمام امت کے لیے بچاؤ ہیں۔ جب یہ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ چیز اور وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی بدعات و محدثات اور ضلالت و گمراہی)۔''

صحابہ کرامؓ وہ پاکباز ہستیاں ہیں جو دن میں روزہ رکھتے اور رات کو حالت نماز میں لمبا قیام کرتے، غرباء و مساکین اور بیوگان کا خیال رکھتے۔ دنیا سے بے رغبتی اور لاپرواہی برتتے تھے۔ آپس میں انتہائی رحمدل اور دشمنوں کے لیے انتہائی سنگدل تھے۔ اپنے پیارے نبی ﷺ کی اطاعت کا بے پناہ شوق اور جذبہ رکھتے تھے۔ اور ہمہ وقت آپؐ کے ساتھ چمٹے رہتے۔ آپؐ سے اللہ کی کتاب قرآن مجید کو حفظ کرلیا اور حدیث و سنت کو محفوظ کرلیا۔ اور جیسے آپؐ سے سنا ویسے ہی لوگوں تک جوں کا توں پہنچادیا۔ اس بناپر اللہ نے قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر ان کی مدح سرائی کی اور ان کی تعریف و توصیف ظاہر کی ہے اور رسول اکرم ﷺ نے بھی اپنے ارشادات کے ساتھ بے شمار مواقع پر ان کی مدح و ستائش بیان کی ہے یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ' نبی مکرم ﷺ کے ایسے جانثار، جانباز اور آپ پر فدا ہونے والے ساتھی تھے کہ جنہوں نے آپ کی حمایت میں اور اللہ کی راہ میں جہاد کا علم بلند کیا اور بے حد ذوق و شوق اور دلی رغبت کے ساتھ اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر موت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دشمنان اسلام کے ساتھ خونریز معرکہ آرائی کے لیے میدان کارزار میں نکل آئے۔

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بزرگی و احترام ان کے جہاد کی عظمت، ان کی اتباع نبویؐ، دین کے ساتھ مضبوطی سے منسلک ہوجانا، معجزات رسالت کی تائید اور نبوت کی تصدیق یہ سب وجوہات اور قربانیاں، صحابہ کرامؓ کے لیے انتہائی بابرکت ثابت ہوئیں اور ان تمام اسباب کی بناپر ان کے لیے متعدد کرامات ظہور پذیر ہوئیں۔ اللہ نے انہیں بے شمار فضائل و مناقب سے نوازا اور ان کی خوب مدح سرائی کی۔

اس بناپر میں نے ان جانثار صحابہ کی لامتناہی داستان اور سرگزشت میں سے چند کرامات اور الٰہی فیوض و برکات کا یکجا کرنا بہتر اور مناسب سمجھا۔ اور ان میں سے اکثر کرامات، جہاد کے دوران حاصل ہوئیں جب کہ وہ میدان جہاد میں برسرپیکار تھے اور رسول اللہ ﷺ کی عزت و تکریم اور رسالت کی تائید و تقویت میں اللہ کی راہ میں نبرد آزما تھے ...... مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سوانح حیات میں سے چند کرامات کو سپرد قلم کرنا اس لیے بھلا

محسوس ہوا کہ اسی بہانے میں بھی محبان صحابہؓ میں شامل ہو جاؤں اور ان کی خدمت کا شرف حاصل کرتے ہوئے انکی سیرت و کردار سے لوگوں کو آگاہ کردوں۔

میں نے اپنی وسعت و بساط کے لحاظ سے صرف صحیح ثابت ہونے والے قصص و واقعات کرامات ذکر کرنے کی کوشش کی ہے جنہیں علماء کرام نے توثیق و تصحیح کی نظر سے دیکھا ہے۔اور من گھڑت واقعات اور اپنی طرف سے ایجاد کردہ کرامات صحابہ کا تذکرہ کرنے سے میں نے ہر ممکن گریز کیا ہے۔

اگر تو میں اپنی اس کوشش و کاوش میں درستگی پر رہا ہوں تو یہ محض توفیق الٰہی کی بنا پر ہے اور میں اس کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتا ہوں ......اور اگر میری یہ کوشش سودمند ثابت نہ ہو سکی اور میں نے کم علمی کی بنا پر غلطی سے کوئی جھوٹا قصہ یا من گھڑت واقعہ بیان کر دیا ہے تو میں اللہ مالک الملک سے معافی کا طلب گار اور مغفرت و عافیت کا خواستگار ہوں۔

آخر میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ ہماری اس کوشش و کاوش اور عمل کو حصول رضائے الٰہی کا خلوص بھرا سبب بنائے، اس جدو جہد کا مقصد خالص رضوان الٰہی کی طلب متعین فرمائے،اور اس ناقص سعی و محنت کو بھی شرف قبولیت سے نواز کر مجھ پر رحم و کرم فرمائے۔یقیناً وہ دعاؤں کو سننے والا اور انہیں قبول کرنے والا ہے۔
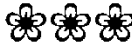
صحابی رضی اللہ عنہ کی تعریف

علمائے کرام نے مختلف انداز میں صحابی کی تعریفات کی ہیں۔ جن میں سے سب سے زیادہ راجح اور قابل قبول تعریف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی بیان کردہ ہے۔ وہ اپنی کتاب میں یوں رقمطراز ہیں:۔

میرے نزدیک صحیح ترین تعریف جس پر میں واقف ہو سکا ہوں وہ یہ ہے:

((أَنَّ الصَّحَابِيَّ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مُؤْمِنًا بِهِ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ))

''صحابیؓ وہ شخص ہے جس نے حالت اسلام میں نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہو۔ اور اسے اسلام کی حالت میں موت آئی ہو۔''

اور یہ تعریف اتنی جامع ہے جس کے مطابق کافی زیادہ لوگ شرف صحابیت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ چنانچہ جس کی حالت اسلام میں ملاقات ہوگئی وہ صحابیؓ بن گیا خواہ لمبا عرصہ نبی اکرم ﷺ کا ہم نشین رہا ہو یا تھوڑی دیر۔ خواہ آپؐ سے روایات بیان کی ہوں یا نہ۔ آپؐ کے ساتھ غزوات میں شرکت کی ہو یا نہ۔ اس نے آپؐ کو دیکھ لیا ہو اگرچہ ساتھ مل کر بیٹھنے کا موقع نہ مل سکا ہو۔ اس طرح اس کی ملاقات ہوگئی اگرچہ کسی عذر کی بنا پر آنکھوں سے نہ دیکھ سکا ہو جیسے کہ ''نابینا شخص ہو۔''

تعریف میں دو شرطیں لگائی گئی ہیں:

۱۔ حالت اسلام میں نبی اکرم ﷺ سے ملاقات ۲۔ حالت اسلام میں موت

لہٰذا اگر ان میں سے کوئی ایک شرط پوری نہ ہو سکے تو شرف صحابیت حاصل نہ ہو سکے گا۔ مثلاً وہ شخص صحابیؓ نہیں جس نے حالت کفر میں آپؐ سے ملاقات کی اور جب ایمان

نصیب ہوا تو آپؐ سے ملاقات نہ کر سکا...... اسی طرح وہ شخص جس نے حالت اسلام میں آپؐ سے ملاقات کی لیکن مرتد ہو کر حالت کفر میں مر گیا...... البتہ وہ جس کی ملاقات اور موت اسلام میں ہو وہ صحابیؓ ہی ہوگا اگر چہ ملاقات اور موت کے درمیان کچھ عرصہ شیطانی حیلہ میں آ کر مرتد رہا ہو لیکن پھر توبہ کر کے دوبارہ اسلام قبول کر لیا اور مسلمان ہی فوت ہوا۔(۱)

یہی تعریف راجح اور مقبول ہے اور اس کا اعتبار کیا جاتا ہے اگر چہ اس بارے میں مختلف اقوال منقول ہیں مثلاً سعید بن میںب رحمہ اللہ کی طرف یہ تعریف منسوب کی جاتی ہے کہ انہوں نے کہا: ''ہم صرف اس شخص کو صحابیؓ شمار کرتے ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کم از کم ایک سال یا دو سال کا عرصہ قیام پذیر رہا ہو۔ اور آپؐ کی معیت میں ایک یا دو غزوات میں شریک جہاد رہا ہو۔(۲)

(۱) الاصابی (حافظ ابن حجر): ۱/۷۔ اور فضائل الصحابہ (وصی اللہ عباس): ۱/۹۔

(۲) فضائل الصحابہ: ۱/۱۱ اور صحابہ رسول اللہؐ (عبادہ اکیسی): ص صفحہ ۱۲۷ اور ۳۵ تا ۳۹۔

ہر صحابی رضی اللہ عنہ عادل تھا

تمام صحابہ کرامؓ متفقہ طور پر عادل ہیں۔ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے خواہ اہل تشیع کچھ کہتے رہیں۔

عدل کی تعریف:

محدثین کرام کی اصطلاح میں عدل کا مفہوم یہ ہے:

''روایت کرنے والا مسلمان ہو۔ بالغ ہو۔ فسق و فجور کے اسباب سے سلامت ہو۔ اور مروت و خوش اخلاقی میں پیدا ہونے والی بیماریوں سے محفوظ ہو۔''

یہ تمام خوبیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مکمل طور پر موجود تھیں اور وہ ان اوصاف میں کامل ترین درجہ رکھتے تھے اور انسانی کمزوری اور بشری تقاضے کے مطابق سرزد ہو جانے والی بعض لغزشیں اور خطائیں ''عادل'' ہونے کے مرتبے سے نہیں گراتیں۔ (۱)

دلائل قرآنیہ (۲)

اب ہم آپ کے سامنے عدالت صحابہؓ پر قرآنی آیات کی گواہی پیش کر رہے ہیں:۔

ا۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ (سورة الفتح : ۲۹)

---

(۱) فضائل صحابہؓ: ۱/۱۱۳ اور صحابۃ رسول اللہ: ۲۶۱۔

(۲) فضائل الصحابہ ۱/۱۶

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں (صحابہ کرام) وہ کافروں پر بہت سخت ہیں آپس میں نہایت رحمدل ہیں۔آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ رکوع اور سجدے کرنے والے ہیں۔اللہ کے فضل اور رضامندی کو تلاش کر رہے ہیں۔ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے جو سجدوں کے اثر سے پڑ گئی ہے۔''

۲۔اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَأَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾(سورة التوبة : ۱۰۰)

''اور سبقت لے جانے والے اولین مہاجرین و انصار اور وہ لوگ جنہوں نے احسان وخلوص کے ساتھ ان کی پیروی کی۔اللہ ان سب سے راضی ہو گیا اور وہ سب اس سے راضی ہو گئے۔اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

۳۔ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ (سورة الفتح : ۱۸)

''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔اس نے وہ (صدق وخلوص) جان لیا کہ جو ان کے دلوں میں تھا پھر ان پر اطمینان وسکون نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت

فرمائی۔"

دلائل حدیثیہ (۱)

اب ہم سنت نبویہ اور احادیث کی روشنی میں صحابہؓ کا عادل ہونا ثابت کر رہے ہیں:
نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

((لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ)) (صحيح مسلم، باب تحريم سب الصحابة: ١٩٦٧/٤)

"میرے اصحابؓ کو گالیاں نہ دو جس ذات کے ہاتھ میں میری جان ہے اس کی قسم اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد یا نصف مد کو بھی نہیں پا سکتا۔"

اسی طرح آپؐ نے فرمایا:

((اَلنُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءَ مَا تُوعَدُ وَ أَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي فَإِذَا ذَهَبْتُ أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ)) (مسلم۔ فضائل الصحابه ١٩٦١/٤)

"ستارے آسمان کے لیے بچاؤ ہیں۔ جب ستارے چلے جائیں گے تو آسمان پر وہ چیز آ جائے گی جس کا وعدہ ہے۔ اور میں اپنے صحابہؓ کا بچاؤ ہوں جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہؓ پر وہ چیز آ جائے گی جس کا وعدہ ہے اور میرے صحابہ میری امت کے لیے بچاؤ ہیں جب یہ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ چیز آ جائے گی جس کا وعدہ ہے۔"

لہٰذا تمام صحابہ کرام "اہل السنۃ الجماعۃ" یعنی شیعہ حضرات کے علاوہ تمام امت کے

(۱) فضائل الصحابہ ۱/۱۶ اور صحابہ رسول اللہ ص ۲۷۱۔

نزدیک عادل اور معتبر ہیں۔

کرامت کی تعریف

کرامت کی اصطلاحی تعریف یہ ہے: (۱)

((اَلْأَمْرُ الْخَارِقُ لِلْعَادَةِ یُجْرِیْهِ اللّٰهُ عَلٰی یَدِ عَبْدٍ صَالِحٍ لَهٗ مُتَّبِعٍ لِلشَّرْعِ))

''عام قانون فطرت کے خلاف رو پذیر ہونے والا معاملہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے کسی نیک اور شریعت کی اتباع کرنے والے کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے۔''

اگر وہ آدمی صالح اور پارسا نہ ہو یا شریعت کا متبع نہ ہو تو پھر وہ خلاف فطرت معاملہ کرامت نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ کی مہلت اور ڈھیل ہے جس کی بنا پر بندہ آخر کار ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔

کرامت کا ثبوت:

تمام سلف وخلف علماء کرام نے خرق عادت ظہور پذیر ہونے والے معاملات یعنی کرامات کے بارے میں ایسے بیانات ذکر کیے ہیں اور اس قدر واقعات کا تذکرہ کیا ہے کہ جنھیں دیکھ کر کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ پوری امت مسلمہ میں سے صرف معتزلہ فرقے نے کرامات کا انکار کیا ہے جو کہ متفقہ طور پر کافروں کا گروہ ہے اور ''ابن حزم'' کی طرف بھی یہ قول منسوب کیا جاتا ہے۔ (۲)

دلائل

اللہ کسی برگزیدہ ہستی پر بطور کرامات کے قانون فطرت کے خلاف کسی معاملے کا ظاہر ہو جانا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

---

(۱) خوارق العادات فی القرآن الکریم (عبدالرحمٰن ابراہیم الحمیضی) ص ۵۸۔

(۲) خوارق العادات فی القرآن کریم (عبدالرحمٰن ابراہیم الحمیضی) ص ۵۸۔

قرآن کریم سے ثبوت

۱۔ قرآن کریم میں مریم علیہا السلام کے قصے میں ایک کرامت ذکر کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب وہ بچپن میں تھیں تو ان کے پاس کسی قسم کے اسباب کے بغیر ہی رزق پہنچ جاتا تھا۔ اللہ نے فرمایا۔

﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (سورۃ آل عمران : ۳۷)

''جب بھی زکریا علیہ السلام اس مریم کے حجرے میں داخل ہوتے تو ان کے پاس رزق پاتے۔ وہ پوچھتے۔ اے مریم! یہ روزی تمہارے پاس کہاں سے آئی ہے؟ وہ جواب دیتیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آئی ہے۔ بلاشبہ اللہ جسے چاہے بے حساب رزق عنایت فرماتا ہے۔''

۲۔ اسی طرح سلیمان علیہ السلام کے ایک مصاحب اور ہم نشین عالم آدمی کے لیے ملکہ سبا کا تخت پلک جھپکنے میں حاضر کر دینا۔ یہ بھی انتہائی واضح طور پر کرامت کا ثبوت ہے اللہ نے فرمایا:۔

﴿قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ﴾

(سورۃ النحل : ۴۰)

''جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا کہنے لگا: میں اس کو آپ کے پاس لے آؤں گا قبل اس کے کہ آپ پلک جھپکائیں (یعنی آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلے حاضر کر دوں گا) جب آپ نے اسے اپنے پاس موجود پایا تو کہنے لگے یہ میرے رب کا فضل ہے۔''

احادیث مبارکہ سے ثبوت

احادیث مبارکہ میں بے شمار واقعات موجود ہیں جو کرامت کو ثابت کرتے ہیں۔ہم آپ کے سامنے دو واقعات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

۱۔ایک درویش آدمی جس کا نام جریج عقا جنگل میں رہائش پذیر تھا۔ایک فاحشہ اور زانیہ عورت نے اسی پر اپنے ساتھ زنا کی تہمت لگادی۔تو اس درویش کی عفت و پاکدامنی کی شہادت اس زانیہ کے دودھ پیتے بچے نے بول کر دی۔[۱]

۲۔غار والا واقعہ جس میں تین آدمی بارش سے پناہ لینے کے لیے داخل ہوئے تو ایک بھاری بھرکم پتھر اوپر سے گرا اور غار کا منہ بند ہوگیا۔تو انہوں نے اپنے نیک اعمال کا واسطہ دیا جس کی بنا پر اللہ نے ان پر رحمت و وسعت فرمائی اور وہ پتھر ان کی مخلصانہ دعا کی بدولت وہاں سے سرک گیا اور وہ باہر نکل آئے۔[۲]

---

(۱) صحیح مسلم: ۱۹۷۶/۴۔

(۲) صحیح البخاری۔کتاب البر والصلۃ: ۴۴/۵۔اور خوارق العادات فی القرآن کریم: ص ۵۸

کرامات صحابہ رضی اللہ عنہم

اب ہم آپ کے روبرو صحابہ کرامؓ کے چند ایمان افروز واقعات وکرامات کا تذکرہ کر رہے ہیں جس سے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی فضیلت ومنقبت بخوبی عیاں ہوجاتی ہے۔

صحابہ کرامؓ اور فرشتے

غزوۂ بدر میں فرشتوں کی آمد

سھل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہمیں ابواسیدؓ [1] نے غزوہ کے حالات بتاتے ہوئے کہا (اس وقت ابواُسید کی آنکھوں کی بنائی ختم ہو چکی تھی) کہنے لگے: اے بھتیجے! اللہ کی قسم، اگر میں اور تم میدان میں ہوتے اور وہاں اللہ میری نگاہ مجھے واپس لوٹا دیتا تو میں تجھے وہ گھاٹی دکھاتا جہاں سے ہماری نصرت کے لیے فرشتے نکل رہے تھے اس میں کسی شک وشبہ اور نزاع واختلاف کی مجال نہیں۔ [2]

۲۔ عروہ بن زبیر کہتے ہیں: جنگ بدر کے دن جبرئیل علیہ السلام زرد عمامہ اوڑھے، زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل وہیئت میں نازل ہوئے۔ [3]

---

(۱) ان کا نام مالک بن ربیعہ بن بدن ساعدی تھا۔ آخری عمر میں نابینے ہوگئے تھے۔ بڑے جلیل القدر صحابہ کرام میں سے تھے جنگ بدر میں شرکت کی اور ۴۰ھ میں فوت ہوئے۔ سیر اعلام النبلاء (امام ذھبی): ۲/ ۵۳۸ ص ۱۱۰۔

(۲) بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ: ۳/ ۵۳..... مجمع الزوائد: ۶/ ۸۴۔ اس کی سند میں ''سلامہ بن روح'' کو ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور باقیوں نے ضعیف کہا ہے جیسے کہ النھایہ (ابن کثیر) میں ہے: ۳/ ۳۸ فاصلہ کریں اور حیاۃ الصحابہ (کاندھلوی): ۳/ ۵۲۹۔

(۳) مجمع الزوائد: ۶/ ۸۳ (یہ روایت مرسل ہے لیکن اس کی اسناد صحیح ہے)۔ مستدرک حاکم: ۳/ ۳۶۱ (عباد بن عبداللہ بن زبیر اس کے راوی ہیں)۔ حیاۃ الصحابہ: ۳/ ۵۳۱۔

غزوہ حنین میں نزول ملائکہ

اُم برثن کے آزاد کردہ غلام عوف بن عبدالرحمٰن نے ایک شخص جو کہ جنگ حنین میں کافروں کی طرف سے لڑ رہا تھا اس کے بارے میں بتایا کہ وہ کہا کرتا تھا:

جب ہماری فوج کی لشکر محمدی کے ساتھ مڈبھیڑ ہوئی تو وہ ہمارے مقابلے میں اتنی دیر بھی جم کر مقابلہ نہ کر سکے کہ جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہا جا سکے۔ وہ پیچھے بھاگنے لگے۔ ہم ان کے تعاقب میں آگے بڑھے لیکن ہم مسلسل آگے بڑھتے بڑھتے جب رسول اکرم ﷺ کے سامنے پہنچے تو تلواریں ڈھیلی پڑنے لگ گئیں قریب تھا کہ آپ پر غالب آجاتے کہ اچانک ہمارے اور آپ کے درمیان حسین وجمیل چہروں والے لوگ رکاوٹ بن گئے۔ اور کہنے لگے ((شَاهَتِ الْوُجُوْهُ فَارْجِعُوْا)) ''چہرے بُرے ہو گئے۔ واپس لوٹ جاؤ۔'' بس اس کا سننا تھا کہ ہم شکست فاش سے دوچار ہو گئے۔ (۱)

میدان بدر میں فرشتوں کی لڑائی اور مشرکوں کی گرفتاری

براء بن عازب؄ اور دوسرے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جنگ بدر والے دن ایک انصاری صحابی؄ نے نبی علیہ السلام کے چچا عباس (جو ابھی اسلام نہ لائے تھے) کو قید کر لیا۔ عباس کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! اس شخص نے مجھے قید نہیں کیا مجھے تو لوگوں میں سے ایک ننگی کنپٹی والے مجاھد نے گرفتار کیا ہے جس کی شکل وصورت یوں یوں تھی (یعنی عباس نے کچھ علامات بیان کیں) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((قَدْ آزَرَكَ اللّٰهُ بِمَلَكٍ كَرِيْمٍ))

''اللہ نے مجھے ایک معزز فرشتے کے ذریعے گھیر کر اس آدمی کو تقویت پہنچائی ہے۔'' (۲)

---

(۱) دلائل النبوۃ (امام بیہقی): ۳/۱۵۴ـ۵ البدایہ: ۴/۳۳۴ حیاۃ الصحابہ: ۳/۵۳۱۔

(۲) دلائل النبوۃ (امام بیہقی): ۳/۵۷ـ مجمع الزوائد: ۶/۷۵ (مسند احمد کی روایت صحیح بخاری کے راویوں سے مروی ہے) حیاۃ الصحابہ: ۳/۵۴۰۔

عرباض بن ساریہؓ اور فرشتہء راحت

عروہ بن رُویم بیان کرتے ہیں: کہ عرباض بن ساریہؓ ایک انتہائی بوڑھے صحابیؓ تھے۔ لمبی عمر اور انتہائی بڑھاپے کی بنا پر موت کے منتظر اور طلب گار رہتے اور اپنی دعا میں مندرجہ ذیل الفاظ کو شامل فرما لیتے:

((اَللّٰھُمَّ کَبُرَتْ سِنِّیْ وَرَقَّ عَظْمِیْ فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ))

''اے اللہ! میری عمر بہت زیادہ ہوگئی ہے اور ہڈیاں نرم پڑ گئی ہیں۔ لہٰذا مجھے اپنی طرف قبض کر لے۔''

وہ کہتے ہیں ایک دفعہ میں مسجد دمشق میں موجود تھا کہ اچانک ایک انتہائی حسین اور خوبرو جوان نظر آیا جو سبز خلعت میں ملبوس تھا۔ کہنے لگا: یہ تم کیا دعا مانگتے رہتے ہو؟ ......عرباضؓ کہنے لگے: اے بھتیجے! پھر کیا دعا مانگوں؟ تو اس نے کہا: تم یوں دربار الٰہی میں عرض کیا کرو:

((اَللّٰھُمَّ حَسِّنِ الْعَمَلَ وَبَلِّغِ الْاَجَلَ))

''اے اللہ! میرا عمل اچھا بنا اور مقررہ مدت (موت) تک پہنچا۔''

عرباضؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس سے پوچھا: اللہ تجھ پر رحم فرمائے تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا: میں ''ریائیل'' فرشتہ ہوں جو مومنوں کے دلوں سے غم دور کرتا ہے۔ (۱)

فرشتوں کا سلام و مصافحہ

مطرف کہتے ہیں کہ عمران (۲) حصینؓ نے ایک دفعہ مجھ سے کہا: کیا تمہیں علم ہے کہ

(۱) طبرانی (المعجم الکبیر میں): ۱۸/۶۱۶۔ مجمع الزوائد: ۱۰/۱۸۴۔ اس کی سند میں ''عروہ'' نامی راوی کی کئی ایک نے توثیق کی ہے۔ البتہ سعید بن مقلاص کا علم نہیں ہو سکا۔ باقی تمام راوی بخاری کے ہیں۔

(۲) یہ ابن عبید بن خلف ابو نجید خزاعی صحابی رسول ﷺ ہیں۔ عمران اور ابو ہریرہؓ ۷ھ میں اسلام لائے۔ عمران بصرہ کے قاضی تھے ۵۲ھ میں وفات پائی۔ سیر اعلام النبلاء: ۲/۵۰۸ ص نمبر ۱۰۵۔

مجھ پر سلام کیا جاتا تھا جب میں نے (اپنی بیماری کے علاج کے لیے) داغ لگوایا تو وہ سلام منقطع ہوگیا...... میں نے پوچھا: کیا آپ کے سر کی جانب سے سلام کہا جاتا تھا یا پاؤں کی جانب سے؟...... تو انہوں نے جواب دیا کہ سر کی جانب سے سلام آتا تھا۔ میں عرض کی: میرے خیال میں آپ پر وہ سلام موت سے پہلے پہلے لوٹ آئے گا...... چنانچہ کچھ عرصہ بعد انہوں نے مجھے بتایا کہ واقعی وہ سلام دوبارہ شروع ہوگیا ہے...... اس کے بعد تھوڑا عرصہ زندہ رہے اور خالق حقیقی سے جا ملے۔[1]

عمرؓ کی زبان اور فرشتوں کی کلام

ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَبْغَضَ عُمَرَ فَقَدْ أَبْغَضَنِي وَمَنْ أَحَبَّ عُمَرَ فَقَدْ أَحَبَّنِي وَإِنَّ اللّٰهَ بَاهٰى بِالنَّاسِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ عَامَّةً وَبَاهٰى بِعُمَرَ خَاصَّةً وَإِنَّهُ لَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا كَانَ فِي أُمَّتِهِ مُحَدَّثٌ وَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَهُوَ عُمَرُ۔ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ مُحَدَّثٌ؟ قَالَ تَتَكَلَّمُ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى لِسَانِهِ))[2]

''جس نے عمرؓ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ جس نے عمرؓ سے محبت رکھی اس نے میرے ساتھ محبت رکھی۔ بلاشبہ، اللہ نے عرفہ کی شام لوگوں کے ساتھ عمومی اعتبار سے فخر کیا اور عمرؓ کے ساتھ خصوصی طور پر محبت کا اظہار کیا۔ اور یقیناً ہر وہ نبی جسے اللہ مبعوث فرماتا تھا اس کی امت میں ایک محدث ہوتا تھا۔ اور اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا: حضورؐ! محدث سے آپؐ کیا مراد لے رہے ہیں آپؐ نے فرمایا جس کی زبان پر فرشتے کلام

(۱) حاکم: ۴۷۲/۳ حیاۃ الصحابہ: ۵۴۲/۳۔

(۲) (مجمع الزوائد: ۶۹/۹۔ حیاۃ الصحابہ: ۵۴۳/۳۔ اس کی سند میں ایک راوی ہے ''ابو سعد'' جو حسن بصری رحمہ اللہ کا خادم تھا۔ لیکن اس کے حالات معلوم نہیں ہوسکے۔ البتہ باقی تمام روای ثقہ ہیں۔)

کرتے ہوں۔

تلاوت قرآن اور نزول ملائکہ (اسید بن حضیرؓ)

ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں ایک دفعہ اُسید بن حضیرؓ دوران شب باش اپنے کھلیان میں تلاوت قرآن میں مشغول تھے۔ اچانک ان کا گھوڑا بدکنے لگا۔ وہ رک گئے۔ پھر پڑھنے لگے تو وہ بھی بدکنے لگا۔ پھر پڑھنے لگے تو وہ بھی بدکنے لگا...... اسیدؓ کہتے ہیں کہ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ میرے بیٹے یحیٰی (جو کہ اس کے قریب سو رہا تھا) کو روند نہ ڈالے۔ میں نماز ختم کر کے اس کی طرف گیا کہ اچانک مجھے اپنے اوپر ایک چھتری نما چیز نظر آئی جس میں چراغوں کی مانند روشنیاں جگمگ کر رہی تھیں۔ اور وہ چھتری نما سائبان فضا میں بلند ہوتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا...... وہ بیان کرتے ہیں: میں صبح نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسولؐ: گزشتہ رات میں اپنے کھلیان میں تلاوت کر رہا تھا کہ اچانک میرا گھوڑا بدکنے لگا۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ فرمانے لگے اِقرَأْ اِبنَ حُضَیرٍ "اے ابن حضیر تو پڑھتا رہتا۔" میں نے کہا: میں پڑھتا رہا۔ لیکن وہ پھر بدکنے لگا۔ آپ نے پھر کہا کہ تو پڑھتا رہتا۔ اسیدؓ کہتے ہیں کہ میں پڑھنے لگا تو وہ پھر بدکنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا۔ "تو پڑھتا رہتا" اسیدؓ نے حقیقت حال سے آگاہ کیا کہ میں نماز سے اس لیے پھر گیا کہ میرا بیٹا یحیٰی اس کے قریب سو رہا تھا میں ڈر گیا کہ کہیں وہ اسے روند نہ ڈالے۔ تو اچانک میں نے ایک چھتری نما چیز دیکھی جس میں چراغوں کی طرح روشنیاں تھیں وہ لحہ بہ لحہ بلند ہوتی جا رہی تھیں اور آخر کار نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں۔ تو نبی اکرم ﷺ فرمانے لگے:

((تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ تَسْتَمِعُ لَكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَرَاهَا النَّاسُ مَا تَسْتَتِرُ مِنْهُمْ))(۱)

---

(۱) (بخاری شریف: کتاب فضائل القرآن باب فضل سورہ الکھف حدیث نمبر ۵۰۱۱ اور صحیح مسلم: کتاب صلوٰۃ المسافرین باب نزول السکینۃ لقراءۃ القرآن حدیث نمبر ۱۸۶۰ اور دلائل النبوۃ (امام بیہقی) ۸۶/۷)

''یہ تو فرشتے تھے جو تیری قرات سن رہے تھے اگر تو تلاوت میں مشغول رہتا تو صبح لوگ ان کو دیکھ لیتے اور یہ ان سے پوشیدہ نہ رہتے۔''

فرشتوں کا جنازہ اٹھانا: (سعد بن معاذؓ)

انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جب سعد بن معاذؓ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافق کہنے لگے کہ کتنا ہلکا جنازہ ہے اور وہ یہ بات اس لیے کہہ رہے تھے کہ سعدؓ نے بنو قریظہ کے خلاف سخت فیصلہ کیا تھا...... جب نبی اکرم ﷺ کو منافقوں کے اس طعن کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا:

((اِنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ تَحْمِلُهُ)) (۱)

''یقیناً فرشتوں نے سعدؓ کی میت اور چارپائی کو اٹھا رکھا تھا۔''

عرش باری تعالی کی حرکت: (سعد بن معاذؓ)

سعد بن معاذؓ وہ جلیل القدر ہستی تھے کہ جن کے بارے میں ابو زبیرؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہؓ کو نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث شریف سنی:

((وَجَنَازَةُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ اهْتَزَّ لَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ)) (۲)

''سعد بن معاذؓ کا جنازہ لوگوں کے سامنے تھا اور سعد کی موت کی وجہ سے رحمان کا عرش ہلنے لگا۔''

فرشتوں کا غسل دینا: (حنظلہ بن ابی عامرؓ)

عبداللہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو کچھ فرماتے ہوئے سنا۔ جب کہ لوگ شکست خوردہ حالت کا شکار ہو کر نبی علیہ السلام سے پیچھے ہٹتے جا رہے تھے

(۱) (ترمذی مناقب: صحابہ حدیث نمبر ۳۸۴۹۔ (۶۹۰/۵) حدیث حسن صحیح غریب۔ ابن حبان۔ حدیث نمبر ۶۹۹۳۔)

(۲) (ترمذی مناقب صحابہ: ۳۸۴۸۔ (۶۸۹/۵) حدیث حسن صحیح۔ اور مجمع الزوائد: ۹/ ۳۱۷۔ اور امام ہیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی نے بھی نقل کیا ہے۔ اور مسند احمد کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہے سوائے امام احمد کے استاد کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔)

حتی کہ بعض صحابہؓ اس پہاڑ تک پہنچ گئے جو مدینے کی سائیڈ میں تھا لیکن پھر تمام کے تمام رسول اکرم ﷺ کی طرف واپس لوٹ آئے۔ ادھر حنظلہ بن ابی عامرؓ کا ابوسفیان بن حرب سے ٹکراؤ ہو گیا۔ جب ابوسفیان پر حنظلہ حاوی ہونے لگے تو شداد بن روس کی نظر پڑ گئی اس نے حنظلہؓ کا رخ کیا اور پیچھے سے حملہ آور ہو کر اپنی تلوار سے انہیں شہید کر دیا اگر چند لمحے کی مہلت مل جاتی تو حنظلہؓ ابوسفیان کو موت کے گھاٹ اتار چکے ہوتے۔ جنگ کے بعد نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((إِنَّ صَاحِبَكُمْ حَنْظَلَةَ تَغْسِلُهُ الْمَلَائِكَةُ))

"تمہارے ساتھی حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔"

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے ان کی بیوی سے دریافت کیا تو وہ کہنے لگی: حنظلہ نے جب جہاد کے منادی کو سنا تو اس وقت جنبی تھا اور نداء جہاد پر انہوں نے اسی حالت جنابت میں لبیک کہہ دیا اور اسلحہ اٹھا کر نکل کھڑے ہوئے۔ تو آپؐ نے فرمایا:

((فَذَاكَ قَدْ غَسَلَتْهُ الْمَلٰئِكَةُ)) "اس وجہ سے فرشتے انہیں غسل دے رہے تھے۔"

فرشتوں کا سایہ کرنا: (عبداللہ بن عمروؓ یعنی جابرؓ کے والد)

محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہؓ کو سنا: جب جنگ اُحد کے دن میرے باپ نے جام شہادت نوش کیا تو میں رونے لگا۔ اور ان کے چہرے سے کپڑا اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔ اور صحابہ کرامؓ مجھے روکنے لگے۔ لیکن رسول اکرم ﷺ مجھے نہیں روک رہے تھے۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

((لَا تَبْكِهِ أَوْ مَا تَبْكِيهِ فَمَا زَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رَفَعُوْهُ)) (۱)

"اس پر نہ رو (یا کس چیز پر تو آنسو بہاتا ہے) فرشتے اس پر اپنے پروں کے ساتھ مسلسل سایہ کیے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ صحابہؓ نے اسے اٹھالیا۔"

(۱) (بخاری: کتاب المغازی۔ باب من قتل من المسلمین یوم اُحد: حدیث نمبر ۴۰۸۰۔ روایت ابوالولید سے ہے۔ اور مسلم: کتاب فضائل الصحابہؓ۔ باب فضائل عبداللہ بن عمرو بن حدم: ۱۳۰۔ دلائل النبوۃ (امام بیہقی): ۲۹۸/۳۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان: ۶۹۸۲۔)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آنکھوں کی بینائی

علیؓ کا واقعہ

زاذان کہتے ہیں کہ ایک دفعہ علیؓ نے ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے اسے جھٹلا دیا حضرت علیؓ فرمانے لگے: اگر تو جھوٹا ہے تو میں تیرے خلاف بددعا کروں گا۔ اس نے کہا کردو..... علیؓ نے بددعا کی اور اسی وقت وہ شخص آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گیا۔(۱)

سعید بن زیدؓ کی آہ

عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب اروٰی بنت اویسؓ نے سعید بن زیدؓ(۲) کے ساتھ ایک زمین کے بارے میں تنازعہ کیا تو مروان نے سعیدؓ کی طرف چند آدمیوں کو گفتگو کرنے کے لیے روانہ کیا تو سعیدؓ فرمانے لگے: کیا لوگوں کا خیال ہے کہ میں اس عورت پر ظلم کروں گا حالانکہ میں نے بذات خود رسول اکرم ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے:

((مَنْ ظَلَمَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ طُوِّقَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ))

''جس نے ایک بالشت کے برابر زمین کو ظلماً حاصل کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سات زمینوں سے طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دے گا۔''

---

(۱) مجمع الزوائد: ۱۱۶/۹۔ امام ھیثمی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں عمار بن حضرمی غیر معروف راوی ہے اور باقی ثقات ہیں۔ اور۔ حیاۃ الصحابہ۔ ۱۲۳/۱۔ نمبر ۶۔

(۲) سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن قرط قریشی عدوی تھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ جنگ بدر میں شریک تھے: سیر اعلام النبلاء: ۱۲۴/۱ نمبر ۶۔

پھر یہ بددعا کی: اے اللہ اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اسے اندھی کیے بغیر موت نہ دینا اور اس کا کنواں اس کی قبر بنا دے...... عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم: وہ اس وقت تک نہ مری جب تک کہ اس کی آنکھوں کی بینائی ختم نہ ہوئی جب وہ نابینی ہوگئی تو ایک دن اپنے گھر کے صحن میں نکل کر احتیاط سے چلنے لگی لیکن کنویں کے اندر گر پڑی اور وہی کنواں اس کی قبر بن گیا۔[1]

حسین بن علیؓ کا واقعہ

ابو رجاء عطاروی[2] بیان کرتے رہتے تھے کہ علیؓ اور اہل بیت میں سے کسی کو گالی نہ دو کیونکہ ہمارا ایک بلھجی پڑوسی تھا ایک دفعہ اس نے کہا: کیا تم اس فاسق شخص یعنی حسین بن علی کو نہیں دیکھتے۔ اللہ کی اس پر لعنت ہو؟ اللہ نے دو ستارے اس کی آنکھوں پر دے مارے اور اسے اندھا کر دیا۔

سعد بن ابی وقاص کی دلی آہ

جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں: میں ایک دفعہ عمر بن خطابؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں چند اہل کوفہ عدالت میں آئے اور سعد بن ابی وقاصؓ کی شکایات کرنے لگے (جو کہ کوفہ کے گورنر تھے) وہ کہنے لگے: سعد نماز کو بھی اچھی طرح ادا نہیں کرتا۔ عمرؓ نے کہا: جب تک میں اسے دیکھتا رہا وہ تو بہترین نماز پڑھتے تھے...... بہرحال انہوں نے سعدؓ کو بلا بھیجا۔ اور ان پر ہونے والے اعتراضات کی اطلاع دے دی۔ انہوں نے جواب دیا۔ میں ان کو رسول اکرمؐ کی نماز پڑھاتا ہوں۔ پہلی دونوں رکعتیں لمبی کرتا ہوں اور پچھلی دونوں میں تخفیف کرتا ہوں۔ عمرؓ کہنے لگے: اے ابو اسحاق! (سعدؓ کی کنیت) میرا آپؓ کے بارے

(۱) حلیۃ الاولیاء: ۹۶/۱ حیاۃ الصحابہ: ۵۵۳/۳۔

(۲) ان کا نام عمران بن ملحان تمیمی بصری تھا بڑے بڑے مخضرمین تابعین سے تھے۔ دور جاہلیت کو بھی پایا۔ فتح مکہ کے بعد اسلام میں داخل ہوئے لیکن زیارت نبوی کا موقع نہ مل سکا۔ عبدالبر نے کہا کہ ۱۰۵ھ میں فوت ہوئے۔ سیر اعلام النبلاء: ۲۵۳/۳ نمبر ۹۳۔

یہی گمان تھا۔ پھر عمرؓ نے سعدؓ کے ہمراہ ایک آدمی کو تحقیق و تفتیش کے لیے روانہ کیا۔ اس آدمی نے کوفہ کی تمام مساجد میں چکر لگایا لیکن کسی شخص نے ان کے بارے میں بُری رائے کا اظہار نہ کیا۔ ہر شخص اچھی بات کہتا۔ آخر کار چلتے چلتے ایک مسجد میں پہنچے وہاں ایک آدمی ''ابو سعدہؒ'' تھا۔ وہ اٹھ کر کہنے لگا: اگر آپ اصرار کرتے ہیں تو میں اس کی غلطیاں واضح کرتا ہوں: ''یہ نہ لشکر کے ہمراہ جاتا ہے۔ نہ برابری کے ساتھ تقسیم کرتا ہے اور نہ عدل کے ساتھ فیصلے کرتا ہے۔''...... جابرؓ کہتے ہیں کہ یہ الزامات سن کر سعد بن ابی وقاصؓ غصے سے لال پیلے ہو گئے اور بددعا کرنے لگے: اے اللہ! اگر یہ تیرا بندہ جھوٹ بول رہا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اور اسے سخت فقیری سے دوچار کر اور اسے فتنوں میں مبتلا کر......راوی کا بیان ہے کہ ابن عمیر نے اس بدنصیب کو دیکھا کہ انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھنویں اور ابرو آنکھوں کے سامنے آجاتے تھے اور آنکھوں کو ڈھانپ لیتے تھے۔ اور اتنا فقیر ہوا کہ کچھ بھی اس کے پاس نہ رہا۔ اور آزمائشوں کا شکار ہو گیا۔ جب اس سے پوچھنے والا کہتا کہ ابوسعدہ! کیا حال ہے تو کہتا بہت ضعیف العمر ہو گیا ہوں۔ سخت فتنوں اور آزمائشوں کا شکار ہوں اور سعد بن ابی وقاصؓ کی بددعا کے انجام سے دوچار ہوں۔ (۱)

ہجرت کرنے والی صحابیہ

انسؓ کہتے ہیں: ہم ایک انصاری نوجوان کی تیمارداری کے لیے گئے اس کے پاس اس کی بوڑھی والدہ بھی موجود تھی جو نابینا ہو چکی تھی۔ ہمارے پہنچنے کے بعد تھوڑی دیر ہی گزری کہ وہ لڑکا بے حس و حرکت ہو گیا اور ہم نے اسے مردہ سمجھ کر اس کے چہرے پر کپڑا ڈال دیا۔ اور اس کی والدہ سے کہا کہ اے نیک عورت! اب اپنی مصیبتوں پر صبر کرو اور اللہ سے ثواب کی امید رکھو۔ وہ پوچھنے لگی! کیا میرا بیٹا فوت ہو گیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو وہ دعا مانگنے لگی ''اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے تیری طرف اور تیرے نبی کی طرف صرف اسی امید سے ہجرت کی تھی کہ تو ہر مشکل میں میری مدد کرے گا تو اے اللہ! آج کے دن مجھے اس

(۱) مسلم کتاب الصلوٰۃ باب القراۃ من الظہیر والعصر: ۱/۳۵۵۔ دلائل النبوۃ (امام بیہقی): ۶/۱۹۰۔

مصیبت اور مشکل سے بچالے۔“

انسؓ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! اس دعا ختم ہوتے ہی اس لڑکے نے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور کھانا کھانے لگا اور ہم بھی اس کے ساتھ کھانا تناول کرنے میں مشغول ہو گئے۔ (۱)

ایک مجاہد اور اس کی سواری

ابوسبرہ نخعی کہتے ہیں کہ ایک آدمی یمن کی جانب سے آیا۔ دوران سفر اس کا سواری والا جانور مر گیا۔ اس نے وضو کر کے دو رکعتیں ادا کیں پھر یوں دعا گو ہوا: اے مولا کریم! میں دثینہ جگہ سے تیری راہ میں جہاد کے لیے آ رہا ہوں اور تیری رضا مندی کی تلاش میں سرگرداں ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ تو مردوں کو زندہ کر سکتا ہے اور قبروں والوں کو بھی اٹھا سکتا ہے آج مجھے کسی مخلوق کا احسان اٹھانے اور اس سے سواری مانگنے پر مجبور نہ کرنا۔ اور میں اپنے اسی جانور کی زندگی کا خواستگار ہوں۔ چنانچہ اس کی دعا ختم ہوتے ہی وہ سواری والا گدھا اٹھا اور کان جھاڑنے لگا۔ (اس واقعے کی سند صحیح ہے)۔ (۲)

امام بیہقی کہتے ہیں کہ یہ تمام واقعات نبی علیہ السلام کی کرامات ہیں کیونکہ یہ واقعات انہیں کی امت میں رونما ہوئے ہیں۔

حیرت انگیز آوازیں

عمرؓ اور لشکر ساریہؓ:۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ عمرؓ نے کسی جانب ایک لشکر روانہ کیا اور اس کا سپہ سالار ساریہؓ کو متعین کیا۔ چند دنوں کے بعد وہ خطبہ دے رہے تھے کہ تین بار انہوں نے کہا ((یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ)) (اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔)

کچھ دنوں بعد لشکر کا پیغام رساں آیا۔ عمرؓ اس سے سوالات کرنے لگے۔ اس نے کہا:

(۱) دلائل النبوۃ (امام بیہقی): ۶/۵۰ اور البدایہ: ۶/۱۵۳، ۲۹۲ اور اس کی سند میں تمام راوی ثقہ ہیں۔

(۲) دلائل النبوۃ (امام بیہقی): ۶/۴۸۔

اے امیر المؤمنین! ہم شکست سے دوچار ہو رہے تھے کہ اچانک ایک آواز تین مرتبہ ہمارے کانوں میں پڑی: یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ ہم نے فوراً پہاڑوں کا رخ کیا اور پہاڑ کو اپنی پشت میں آڑ بنالیا جس کی بنا پر ہمیں پچھلی جانب سے کسی حملہ کا خطرہ نہ رہا اور ہم نے ڈٹ کر دشمن سے معرکہ آرائی کی اور آخر کار اسے پسپا کر دیا...... ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ اس وقت عمرؓ سے کہا جانے لگا کہ آپ ہی یہ آوازیں لگا رہے تھے ابن وھبؒ کی حدیث میں حرملہؒ نے بھی بعینہ اسی طرح بیان کیا ہے۔ اس قصے کی سند حسن ہے۔ ابن مردویہ نے عبدالرحمٰن بن عمرؓ سے اپنے باپ عمرؓ کا یہ قصہ بیان کیا ہے۔ جس میں ہے کہ وہ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ دوران خطبہ انہوں نے تین بار کہا:

((یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلُ مَنِ اسْتَرْعَی الذِّئْبَ ظَلَمَ))

''اے ساریہ پہاڑ کی جانب ہو جا۔ جس نے بھیڑیئے کو چرواہا بنایا اس نے ظلم کیا۔''

لوگ کنکھیوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ علیؓ نے کہا: ہم عمرؓ سے ضرور اس کا جواب معلوم کریں گے۔ چنانچہ خطبہ سے فراغت کے بعد لوگوں نے یہ سوال کر دیا تو انہوں نے جواب میں کہا: میرے دل میں اچانک یہ خیال آیا کہ مشرکین ہمارے بھائیوں کو شکست و ہزیمت سے دوچار کر رہے ہیں اور وہ مسلمان ایک پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں۔ اگر وہ اس پہاڑ کی طرف مڑ جائیں تو پھر ایک ہی جانب سے دشمن کا مقابلہ بے جگری سے کر سکتے ہیں۔ اور اگر وہاں سے آگے گزر جائیں تو ھلاکت کے منہ میں داخل ہو جائیں گے اور دشمن بھوکے بھیڑیئے کی طرح ان کو چیر پھاڑ کر رکھ دے گا تو میرے منہ سے بے اختیار یہ لفظ نکل گئے جو مجھے تو یاد نہیں آ رہے بلکہ تم مجھے یاد دلا رہے ہو۔ ہوسکتا ہے لاشعوری طور پر زبان سے بے ساختہ یہ کلمات ادا ہو گئے ہوں۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں: ایک مہینے کے بعد ایک آدمی خوشخبری لایا اور اس نے فتح کا مژدہ سنایا پھر وہ کہنے لگا کہ ہم نے اس دن عمرؓ کی آوازیں سنی تھیں۔ ہم نے فوراً پہاڑ کا رخ کیا اور

اچانک پلٹ کر دشمن کو تابڑ توڑ حملوں کے ذریعے ناکوں چنے چبوا دیے اور انہیں شکست فاش سے دوچار کر دیا اور بفضل الٰہی فتح و نصرت اور کامیابی و کامرانی سے سرفراز ہوئے۔ (۱)

ابوقرصافہ کی آواز

عزہ بنت عاص بن ابی قرصافہ بیان کرتی ہیں رومیوں نے ابوقرصافہ کے بیٹے کو قید کر لیا جب بھی کسی نماز کا وقت آتا تو ابوقرصافہ عسقلان کی دیوار پر چڑھ کر یہ نداء لگاتا: ﴿یا فلان الصلوٰۃ﴾ ''اے میرے بیٹے! نماز پڑھ لو۔'' اللہ اس کی آواز کو روم تک پہنچا دیتا اور وہ بیٹا روم کے علاقے میں یہ آواز سن لیتا۔ (۲)

(۱) دلائل النبوۃ (ابونعیم): ۲۱۰۔ الاصابہ: ۳/۲۔

(۲) مجمع الزوائد: ۳۹۶/۹۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

جنات وشیاطین کی تسخیر

معاذؓ اور شیطان

بریدہؓ بیان کرتے ہیں: مجھے پتہ چلا کہ معاذ بن جبلؓ نے زمانہ نبویؐ میں شیطان کو پکڑ لیا تھا۔ میں ان کے پاس گیا۔ اوران سے حقیقت حال کو دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں: ہوایوں تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے زکوٰۃ والی کھجوروں کا نگران بنادیا۔ میں نے ایک کمرے میں کھجوریں رکھ دیں۔ لیکن روزانہ ان میں کمی محسوس ہوتی۔ میں نے یہ ماجرہ نبی علیہ السلام کو سنایا۔ تو آپؐ نے فرمایا:

((هُوَ عَمَلُ الشَّيْطَانِ فَارْصُدْهُ))

''یہ شیطان کا کام ہے اس کی گھات لگاؤ۔''

چنانچہ میں نے رات کو چوکس ہوکر نگرانی شروع کر دی جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔ ہر سو سناٹا چھا گیا کہ اچانک میں نے عجیب وغریب منظر دیکھا وہی شیطان ایک ہاتھی کا روپ دھار کر چلا آرہا تھا جب دروازے تک پہنچا تو کوئی اور شکل دھار کر دروازے کے سوراخ میں سے کمرے کے اندر داخل ہوگیا۔ کھجوروں کے پاس آکر انہیں نگلنا شروع کر دیا۔ میں نے کپڑوں کو مضبوطی سے کس لیا اور اچانک اسے دبوچ لیا اور بآواز بلند کہا:

﴿اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ﴾

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں اور بلاشبہ محمد کریم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

اے اللہ کے دشمن! تو صدقہ کی کھجورں پر حملہ آور ہورہا ہے۔ اوران کو چوری کر کے کم

کیے جا رہا ہے حالانکہ کتنے ہی غرباء ومساکین تجھ سے زیادہ ان کے مستحق ہیں میں تجھے یقیناً اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ اور وہ تجھے ذلیل ورسوا کریں گے۔..... میری اس دھمکی سے مرعوب ہو کر اس نے دوبارہ نہ آنے کا وعدہ کر لیا۔

صبح کے وقت میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے دریافت کیا ((مَافَعَلَ أَسِيْرُكَ ؟)) ''تمہارا قیدی کا کیا بنا؟'' میں نے عرض کی: اس نے میرے ساتھ نہ آنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ((اِنَّهٗ عَائِدٌ فَارْصُدْهُ)) ''وہ واپس آئے گا تیار رہنا۔'' چنانچہ میں نے دوسری رات بھی گھات لگائی اس شیطان نے اپنا پہلے والا معاملہ دہرایا اور میں نے بھی اس طرح کیا۔ وہ پھر دوبارہ نہ آنے کا معاہدہ کرنے لگا۔ میں نے ترس کھاتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح عدالت نبوی میں حاضری دی تو وہاں میرے آنے سے پہلے ایک صحابی ندا لگا رہا تھا کہ ''معاذ کہاں ہے؟'' ''معاذ کہاں ہے؟'' بہر حال نبی علیہ السلام نے مجھ سے سوال کیا: ((يَا مَعَاذُ فَعَلَ أَسِيْرُكَ ؟)) ''اے معاذ تیرے قیدی کی کیا صورتحال ہے؟'' میں نے سارا واقعہ سنایا تو آپؐ نے پھر ارشاد فرمایا: ((اِنَّهٗ عَائِدٌ فَارْصُدْهُ)) ''وہ پھر آئے گا تیاری سے رہنا'' چنانچہ تیسری رات میں نے پھر مورچہ بندی کی اور وہ مردود اپنی عادت کے مطابق آن ٹپکا میں نے اسے مضبوطی سے قابو کر لیا اور کہا: اے دشمن خدا! تو نے دوبارہ معاہدہ کیا۔ اور دونوں مرتبہ وعدہ خلافی کی۔ یہ تیسری بار تیری آمد ہوئی ہے۔ اب تو تیری کوئی نہیں سنوں گا اور ضرور رسول اکرم ﷺ کی کچہری میں لے جاؤں گا۔ تاکہ تجھے خوب ذلیل ورسوا کیا جا سکے۔ وہ گھبرا گیا اور منتیں کرنے لگا۔ اس نے کہا: میری بات سن لیجیے۔ درحقیقت میں ایک عیال دار شیطان ہوں۔ گھربار اور خانہ داری کے مسئلے میں الجھا ہوا ہوں۔ ہمارا اصل مسکن اور رہائش گاہ یہ تمہارا مدینہ ہی ہے لیکن جب تمہارا رسول مبعوث ہوا اور اس پر دو ایسی آیتیں نازل ہوئیں جن کی تاثیر سے ہمارے قدم مدینے میں نہ جم سکے اور ہم مجبور ہو کر نصیبین بستی میں رہائش پذیر ہو گئے۔ اور وہ دونوں آیتیں ایسی تاثیر وخاصیت کی حامل ہیں کہ جس گھر میں ان کی تلاوت کر لی جائے تین دن

تک وہاں شیطان داخل نہیں ہوسکتا۔ اگر تم مجھے چھوڑنے کا وعدہ کرو تو میں تمہیں وہ دونوں آیتیں سکھادوں گا۔ میں نے وعدہ کرلیا۔ تو اس نے کہا: آیت الکرسی اور سورۃ البقرہ کا آخری حصہ آمن الرسول ...... القوم الکفرین۔ (یعنی آخری دو آیتیں) یہی وہ دو آیتیں ہیں۔

میں نے اسے رہا کر دیا۔ جب اگلی صبح نمودار ہوئی تو میں حضور کی خدمت عالیہ میں پیش ہونے کے لیے چل پڑا۔ وہاں پہنچتے ہی ایک منادی کی صدا سنی جو کہہ رہا تھا: ''معاذ کہاں ہے؟'' بہرکیف میں جب نبی علیہ السلام کے روبرو ہوا تو آپ نے فرمایا ((مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟)) تیرے قیدی کی کیا روداد ہے؟ میں نے سارا ماجرا کہہ سنایا اور بتایا کہ اس نے اس مرتبہ پختہ وعدہ بھی کیا ہے اور اس کی تمام باتیں حضورؐ کے گوش گزار کر دیں۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ((صَدَقَ الْخَبِيثُ وَهُوَ كَذُوبٌ)) ''اس خبیث نے یہ بات سچی کی ہے حالانکہ وہ انتہائی جھوٹا ہے''

معاذ بن جبلؓ نے بتایا میں اس واقعہ کے بعد اس ڈھیر پر ان دونوں آیات (جو حقیقت میں تین آیات ہیں) کی تلاوت کرتا رہا اور واقعی اس ڈھیر میں دوبارہ کمی نہ آئی۔ (۱)

ابوھریرہؓ اور بھوکا شیطان

ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں۔ رمضان المبارک کے فطرانے والے مال کی حفاظت پر رسول اکرم ﷺ نے میری ڈیوٹی لگادی۔ ایک دفعہ ایک شخص آیا اور کھانے کے چلو بھرنے لگا میں نے اسے پکڑلیا اور کہا میں تجھے رسول اکرم ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے کہا: میں خود بھی محتاج ہوں اور میری کفالت میں کچھ اہل وعیال بھی ہیں اور مجھے ایک سخت ضرورت لاحق ہے۔ ابوھیریرہؓ کہتے ہیں میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ صبح کے وقت میں نبی علیہ السلام کے پاس آیا۔ آپؐ نے مجھ سے دریافت کیا: ((يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ)) اے ابوھریرہ: گزشتہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا: اے اللہ کے

(۱) مجمع الزوائد: ۶/۳۲۲، اسے طبرانی نے اپنے استاد یحیٰ بن عثمان بن صالح سے بیان کیا ہے اور وہ صدوق ہے۔ دلائل النبوۃ (ابونعیم) ۶/۳۲۲۔

رسول ﷺ: اس نے سخت حاجت اور اھل وعیال کا عذر پیش کیا تھا۔ مجھے رحم آ گیا اور میں نے اسے جانے دیا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ((أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ)) خبر دار یقیناً اس نے تیرے ساتھ جھوٹ بولا تھا وہ عنقریب آ جائے گا۔'' آپؐ کی بات سن کر مجھے اس کے دوبارہ لوٹنے کا یقین ہو گیا۔ میں نے اس کے لیے گھات لگائی۔ وہ آیا اور دونوں ہاتھوں سے جلدی جلدی کھانا سمیٹنے لگا۔ میں نے اسے پھر پکڑ لیا۔ اور کہا: اب تو میں ضرور عدالت پیغمبری میں مجرم بنا کر لے جاؤں گا۔ وہ میری بات سن کر بڑی مسکنت سے کہنے لگا: مجھے چھوڑ دو۔ میں یقیناً بہت ضرورتمند ہوں اور اھل وعیال والا ہوں آئندہ نہیں آؤں گا ......اس کا انداز دیکھ کر مجھے رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا صبح نبی علیہ السلام نے پوچھا: ((يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَافَعَلَ أَسِيْرُكَ)) ''ابوھریرہ! قیدی کے بارے میں بتاؤ؟ میں نے کہا حضورؐ اس نے سخت ضرورت اور بیوی بچوں کا بہانہ تراشا تھا مجھے ترس آ گیا اور اسے چھوڑ دیا۔ تو آپؐ نے فرمایا ((أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ)) خبر دار بلاشبہ اس نے تیرے ساتھ جھوٹ بولا ہے اور وہ عنقریب لوٹے گا۔ نبی علیہ السلام کی اس پیشین گوئی سے مجھے اس کی دوبارہ آمد پر یقین ہو گیا میں تیار رہا۔ وہ آیا۔ اور کھانا اٹھانے لگا میں نے اس دبوچ لیا اور کہا: یہ آخری بار تھی اب تو ضرور لے کر جاؤں گا۔ تو کہہ دیتا ہے کہ نہیں آؤں گا پھر آ جاتا ہے۔ وہ کہنے لگا: مجھے چھوڑ دو گے تو تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جن کی وجہ سے اللہ تجھے نفع پہنچائے گا۔ ابوھریرہؓ کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کون سے کلمات ہیں۔ وہ کہنے لگا جب تم بستر پر پہنچو تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو یعنی ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ....العظیم﴾ اس مکمل آیت کو تلاوت کرنے کی بناء پر اللہ کی طرف سے تم پر ایک نگہبان مقرر کر دیا جائے گا۔ وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں پھٹک سکے گا ......ابوھریرہؓ کہتے ہیں۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح نبی علیہ السلام نے پھر معمول کے مطابق دریافت کیا ((مَافَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ)) پچھلی رات تمہارے قیدی نے کیا کہا؟ میں نے کہا: اس رات جب میں نے اسے پکڑ لیا تو اس نے ایک انوکھی بات بتلائی کہنے لگا:

میں تمہیں ایسے کلمات بتاتا ہوں جن کی وجہ سے اللہ تمہیں نفع دے گا چنانچہ میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا نبی علیہ السلام نے پوچھا ((مَا هِيَ؟)) وہ کون سے کلمات ہیں؟...... میں نے کہا: اس چور نے مجھے بتایا کہ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو آیت الکرسی مکمل پڑھ لیا کرو۔ جس کی وجہ سے اللہ تم پر ایک نگہبان اور محافظ متعین کر دے گا۔ اور شیطان صبح تک قریب نہیں آ سکے گا۔ (صحابہ کرام نیکی اور بھالائی کے معاملات میں انتہائی حرص و ذوق رکھتے تھے۔)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ؟ قُلْتُ: لَا: قَالَ: ذَاكَ شَيْطَانٌ)) (۱)

"خبردار، بلاشبہ اس نے تم سے یہ بات سچی کی ہے حالانکہ وہ بہت جھوٹا تھا۔ کہا تمہیں علم ہے کہ تین راتوں تک کس کے ساتھ ہم کلام ہوتے رہے ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: وہ شیطان تھا۔"

عمرؓ اور شیطان کا مقابلہ

ابو وائلؒ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود نے ہمیں بتایا: صحابہ کرامؓ میں سے ایک شخص کے ساتھ شیطان کا ٹکراؤ ہو گیا۔ اور وہ اس صحابی سے زور آزمائی کرنے لگا۔ اس مسلمان نے اسے پچھاڑ دیا۔ اور اس کے انگوٹھے کو دانتوں میں دبالیا۔ وہ کہنے لگا: مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایک آیت سکھاتا ہوں اس آیت کو ہم میں سے جو بھی سن لے دم دبا کر بھاگ نکلتا ہے۔ اس صحابی نے اسے چھوڑ دیا۔ تو اس شیطان جن نے انکار کر دیا۔ مسلمان نے پر اسے بچھاڑ دیا۔ اور اس کا انگوٹھا دانتوں سے دبالیا۔ اور کہا کہ مجھے بتاؤ وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے انکار کر دیا مسلمان نے پھر اسے گرالیا تو ہو کہنے لگا: وہ آیت سورہ بقرہ میں ہے یعنی ﴿اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ .... العظيم﴾ یعنی مکمل آیت الکرسی ......

---

(۱) (بخاری: کتاب الوکالہ: باب اذا وکّل رجلاً فترك الوکیل شیئاًنمبر ۲۳۱۱ اور دلائل النبوۃ (بیہقی): ۱۰۸/۷)

عبداللہؓ سے دریافت کیا گیا: وہ کون صحابی تھا۔ تو انہوں نے کہا: وہ عمر بن خطابؓ کے علاوہ کون ہو سکتا ہے...... یہی روایت ابن مسعودؓ سے یوں بھی منقول ہے...... اصحاب نبویؐ میں سے ایک کا جن سے ٹکراؤ ہو گیا۔ وہ جن اس صحابیؓ سے گتھم گتھا ہو گیا۔ اس انسان نے اس جن کو بچھاڑ دیا۔ وہ جن کہنے لگا۔ دوبارہ آؤ۔ دوبارہ پھر اس انسان نے گرا لیا۔ اور اس سے کہا: تیرے یہ کمزور بازو کتے کی طرح ہیں۔ کیا تمام جن اسی طرح ہیں؟ یا تم اکیلے ان میں سے کمزور ہو؟ وہ کہنے لگا۔ نہیں اللہ کی قسم! میں اکیلا ہی ان میں سے کمزور ہوں لیکن تم ایک بار پھر میرے ساتھ زور آزمائی کر دیکھو۔ اگر تم اس دفعہ بھی گرا لو تو تمہیں ایک نفع بخش چیز بتاؤں گا۔ چنانچہ ایک بار پھر کشتی شروع ہوئی۔ صحابی نے اسے گرا کر کہا کہ اب بتاؤ۔ وہ کہنے لگا کیا تم نے آیت الکرسی پڑھی ہے؟ صحابی نے کہا: ہاں۔ وہ کہنے لگا۔ جس گھر میں اسے پڑھو گے وہاں سے شیطان نکل جائے گا۔ اور گدھے کی طرح اس کی پیٹھ سے ہوا نکلنا شروع ہو جائے گی۔ اور صبح تک اس گھر میں داخل نہ ہو سکے گا...... کسی نے عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا: (اے ابو عبدالرحمٰن (یہ ان کی کنیت تھی)! وہ کون سا طاقتور صحابی تھا؟ راوی کہتے ہیں: عبداللہ بن مسعودؓ نے تیوری چڑھائی اور حیرت سے اس آدمی کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: بھلا عمر کے سوا کوئی اور شخص اتنی جرأت کر سکتا ہے؟[1]

❀❀❀

---

(۱) الطبرانی (المعجم الکبیر): ۸۸۲۴/۹۔ اور مجمع الزوائد ۷۱/۹ اور دوسری روایت کے تمام راوی صحیح بخاری کے ہیں اور دلائل النبوۃ (امام بیہقی) ۱۲۳/۷۔ دلائل النبوۃ (ابونعیم) ص ۱۳۱

اصوات جمادات کا سماع

ابوذرؓ اور کنکریوں کی تسبیح

سوید بن زید بیان کرتے ہیں: میں نے ابوذرؓ کو مسجد میں اکیلے تشریف فرما دیکھا تو موقع غنیمت سمجھ کر ان کے پاس بیٹھ گیا اور عثمانؓ کی باتیں شروع کر دیں۔ وہ فرمانے لگے: عثمانؓ کے بارے میں میری زبان سے خیر و بھلائی کے علاوہ کچھ نہ نکلے گا۔ کیونکہ میں نبی علیہ السلام کے پاس ایک چیز کا مشاہدہ کر چکا ہوں ...... میں رسول اکرم ﷺ کی خلوت و تنہائی کا متلاشی رہتا تھا اور آپؐ سے کچھ نہ کچھ سیکھتا رہتا تھا۔ ایک دن میں آپؐ کی طرف جا رہا تھا کہ جب میں پہنچا تو آپ کہیں جانے کے لیے نکل رہے تھے۔ میں آپؐ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ آپ ایک جگہ بیٹھ گئے۔ میں آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپؐ نے فرمایا ((يَااَبَا ذَرٍّ مَاجَاءَ بِكَ؟)) اے ابوذر! کیسے آئے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے..... تھوڑی دیر بعد ابوبکرؓ تشریف لائے اور سلام کہنے کے بعد نبی علیہ السلام کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔ آپؐ نے پوچھا: ((مَاجَاءَ بِكَ يَا اَبَا بَكْرٍ؟)) ابوبکر! کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگے: اللہ اور اس کے رسول کے لیے۔ کچھ دیر کے بعد عمرؓ آئے اور ابوبکرؓ کے دائیں پہلو بیٹھ گئے۔ نبی علیہ السلام نے پوچھا: ((يَا عُمَرُ مَاجَاءَ بِكَ؟)) اے عمر! کیسے آمد ہوئی؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کے لیے۔ پھر عثمانؓ آئے اور عمرؓ کے دائیں طرف پر بیٹھ گئے آپؐ نے پوچھا ((يَا عُثْمَانُ مَاجَاءَ بِكَ؟)) اے عثمان! کیسے آئے ہو؟ کہنے لگے: اللہ اور اسکے رسول کے لیے...... اس وقت نبی اکرم ﷺ نے سات یا نو کنکریاں پکڑیں تو وہ آپ کے ہاتھ میں تسبیح بیان کرنے لگیں حتی کہ میرے کانوں میں ان کی تسبیح کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی

مانند سنائی دی۔ پھر آپ نے انہیں نیچے رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئی۔ پھر آپؐ نے وہی کنکریاں ابوبکرؓ کے ہاتھ میں تھما دیں تو وہ تسبیح بیان کرنے لگیں حتی کہ مجھے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے مشابہہ آواز آنے لگی۔ پھر انہیں نیچے رکھا تو وہ خاموش ہوگئیں۔ پھر وہ عثمانؓ کے ہاتھ میں پکڑا دیں تو وہ تسبیح کرنے لگیں اور مجھے بھنبھناہٹ کی طرح آواز سننے لگی۔ پھر انہیں نیچے رکھا تو وہ خاموش ہوگئیں۔ (۱)

ابن مسعودؓ اور کھانے کی تسبیح

عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں۔ ہم اللہ کی نشانیوں کو باعث برکت سمجھتے تھے اور تم لوگ انہیں دیکھ کر ڈر جاتے ہو۔ ہم ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے۔ دوران سفر پانی کم ہوگیا۔ تو آپؐ نے فرمایا: ((اُطْلُبُوْا فَضْلَةً مِنْ مَاءٍ)) بچا کھچا پانی تلاش کر کے لے آؤ۔ صحابہ کرام تھوڑا سا پانی تلاش کر کے لائے۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ مبارک پانی میں ڈالا اور اعلان کر دیا ((حَيَّ عَلَى الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةِ مِنَ اللّٰهِ)) "مبارک پانی اور برکت الٰہی کی طرف آؤ" ...... میں نے دیکھا کہ وہ پانی آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے چشمے کی طرح پھوٹ رہا ہے۔ اور اسی طرح ہم تناول کیے جانے والے کھانے کی تسبیح اپنے کانوں سے سنا کرتے تھے۔ (۲)

سلمان اور ابودرداءؓ اور ہنڈیا کی تسبیح

ابوالبختری بیان کرتے ہیں۔ ایک دفعہ ابودرداءؓ ہنڈیا چولھے پر رکھے آگ جلا رہے تھے اور سلمانؓ ان کے پاس موجود تھے۔ اسی دوران ابودرداء نے ہنڈیا سے کوئی آواز سنی۔ پھر وہ آواز تسبیح بلند ہونے لگی اور وہ بچے کی آواز جیسی تھی۔ پھر وہ نیچے گر پڑی اور اس کا منہ

(۱) دلائل النبوۃ (بیہقی): ۶/۶۴۔ مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کو بزار نے دو سندوں سے نقل کیا ہے اور ایک کی سند کے راوی ثقہ ہیں اور دوسری کے کچھ میں ضعف ہے۔

(۲) صحیح بخاری کتاب المناقب ب علامات النبوۃ نمبر ۳۵۷۹۔ اور ترمذی کتاب المناقب نمبر ۳۶۳۳ (۵/۵۹۷) حسن صحیح حدیث ہے۔

نیچے ہو گیا پھر خود بخود اپنی جگہ واپس چلی گئی۔ اور اس میں سے ذرہ برابر کھانا بھی نیچے نہ گرا۔ ابو درداءؓ آواز دینے لگے۔ سلمان! دیکھو یہ کیسا عجیب معاملہ ہے۔ دیکھو! یہ ایک ایسی چیز ہے جو آج تک نہ تم نے دیکھی اور نہ تمہارے باپ نے اسے دیکھا ہو گا۔ سلمان نے جواب دیا۔ اگر تم خاموش رہتے تو اللہ کی بڑی بڑی نشانیوں کا سماع کر لیتے۔ (۱)

عمرؓ اور قبر سے آواز

یحییٰ بن ایوب خزاعی بیان کرتے ہیں: میں نے ایک تابعی کو ایک عبادت گزار نوجوان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا جو کہ عمرؓ کے دور خلافت میں مسجد سے چمٹا رہتا تھا۔ عمرؓ اس نوجوان پر بہت تعجب کرتے تھے کیونکہ اس کا باپ ضعیف العمر تھا اور یہ لڑکا نماز عشاء کے بعد سیدھا اپنے باپ کے پاس پہنچ کر ان کی خدمت کرتا تھا۔ اس کے گھر اور مسجد کے درمیان ایک عورت کا مکان تھا وہ لڑکا جب اس عورت کے گھر کے سامنے سے گزرتا تو وہ اسے دیکھتی رہتی کیونکہ وہ اس کی محبت میں مبتلا ہو چکی تھی جب وہ گزرنے لگتا تو دروازے پر کھڑی ہو جاتی تھی ایک رات وہ اس کے پاس سے گزرا تو اس نے اس نیک سیرت لڑکے کو گمراہ کرنے کی کوشش کی اور کسی نہ کسی طرح اسے گھر میں داخل ہونے پر راضی کر لیا جب وہ دروازے کے پاس آیا تو وہ اندر داخل ہوئی اور جیسے ہی یہ گھر میں داخل ہونے لگا اسے اللہ کی یاد آ گئی۔ اس کے ذہن سے برائی کا خیال دور ہو گیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَيْفٌ مِّنَ الشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ﴾ (سورۃ اعراف: ۲۰۱)

''یقیناً وہ لوگ جو پرہیزگار ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے خطرہ پہنچتا ہے تو یاد الٰہی میں لگ جاتے ہیں سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔''

یہ آیت تلاوت کرتے ہی وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر پڑا اس عورت نے اپنی پڑوسن کو بلایا۔ دونوں اسکی دیکھ بھال میں مصروف ہو گئیں دونوں اسے اٹھا کر اس کے گھر کے

(۱) دلائل النبوۃ (بیہقی) ۶/۶۲۔ حلیۃ الاولیاء: ۱/۲۲۴۔

دروازے پر چھوڑ آئیں کسی نے اسے وہاں بٹھا دیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس کا باپ اس کی تلاش میں باہر نکلا تو اسے دروازے پر بے ہوش دیکھ کر حیران وششدر رہ گیا۔ اس نے گھر کے بقیہ افراد کی مدد سے اسے اندر پہنچایا۔ رات گئے تک اسے افاقہ نہ ہوا پھر جتنی دیر کے بعد اللہ نے چاہا اسے ہوش وحواس لوٹا دیئے۔ باپ نے پوچھا: بیٹا کیا ہو گیا تھا؟ اس نے کہا۔ کچھ نہیں ٹھیک ہوں۔ باپ نے کہا: میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ حقیقت حال سے آگاہ کرو۔ اس نے پوری صورتحال بتادی باپ نے پوچھا۔ بیٹا تم نے کون سے آیت تلاوت کی تھی۔ اس نے اسی آیت کو پڑھنا شروع کیا اور پھر بے ہوشی کے عالم میں پہنچ گیا۔ انہوں نے اسے خوب ہلایا جلایا لیکن وہ بے حس وحرکت پڑا رہا۔ کیونکہ اس دفعہ اس کی پاکیزہ روح، خاکی بدن کے قفس عنصری سے آزاد ہو کر اپنے خالق حقیقی کی طرف پرواز کر چکی تھی۔ انہوں نے اسے غسل دیا۔ اور راتوں رات اسے جنازہ پڑھ کر دفنا دیا۔ صبح جب عمرؓ کو اطلاع ملی تو وہ اس کے والد کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور کہا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی۔ اس نے کہا: امیر المؤمنین رات کا وقت تھا ہم نے مناسب نہ سمجھا۔ عمرؓ نے کہا چلو پھر مجھے قبر تک پہنچا دو۔ عمرؓ اپنے ساتھیوں سمیت وہاں آئے اور کہا: اے فلاں نوجوان:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾ (سورة الرحمٰن : ۴۶)

''جو شخص اپنے رب کے سامنے سے کھڑا ہونے سے ڈر جائے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔''

تو قبر سے نوجوان کا جواب آیا: اے عمرؓ! اللہ نے مجھے جنت میں دو مرتبہ دو دو جنتیں عطا کر دی ہیں۔ (۱)

(۱) حیاۃ الصحابہ: ۳/ ۵۸۶۔

موت کے بعد گفتگو

زید بن خارجہؓ کی کلام

سعید بن مسیب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: زید بن خارجہ انصاریؓ بنو حارث بن خزرج قبیلے سے تھے جب خلافت عثمانؓ میں فوت ہوئے تو انہیں کپڑے کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا اور لوگوں کو انکے سینے سے زوردار آواز سنائی دی پھر وہ کلام کرنے لگے: ''احمد احمد (یعنی نبی علیہ السلام) پہلی کتاب میں ہے ابوبکر صدیقؓ نے واقعی سچ کہا وہ اپنی ذات میں کمزور اور اللہ کے معاملات میں طاقتور تھے۔ وہ بھی پہلی کتاب میں ہیں۔ عمر بن خطابؓ نے بھی یقیناً سچ کہا وہ طاقتور اور امانتدار تھے۔ وہ بھی پہلی کتاب میں ہیں۔ عثمان بن عفانؓ نے بھی سچ کہا ہے۔ یہ بھی انہیں کے منہج اور طریق کار پر گامزن ہیں۔ چار نشانیاں گزر چکی ہیں۔ دو باقی رہ گئیں ہیں۔ فتنے شروع ہو گئے ہیں۔ طاقتور نے کمزور کو کھانا شروع کر دیا ہے۔ اور قیامت قائم ہونے والی ہے۔ عنقریب تمہیں اپنے لشکر کے بارے میں خبر موصول ہو جائے گی۔ براریس ...... براریس کیا ہے؟'' ...... سعید بن میسب کہتے ہیں تھوڑی دیر بعد بنو خطمہ کا ایک آدمی فوت ہو گیا۔ اسے بھی کپڑے کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا۔ تو اس کے سینے میں سے بھی ایک تیز آواز نکلی پھر وہ باتیں کرنے لگا اس نے کہا۔ ''بنو حارث بن خزرج کے آدمی (زید بن خارجہؓ) نے بلاشبہ سچائی پر مبنی باتیں کی ہیں۔ [1]

(۱) طبرانی: ۵/۵۱۳۳۔ نعمان بن بشیر سے یہ روایت ہے۔ ھیثمی کہتے ہیں۔ طبرانی نے دو سندوں سے بیان کیا ہے ایک سند کے راوی المعجم الکبیر میں ہیں اور وہ ثقہ ہیں: ۵/۱۸۰ البدایہ والنھایہ: ۶/۱۵۶ حیاۃ الصحابہ: ۳/۵۸۸۔

عامر بن فہیرہؓ کی نعش

منذر بن عمر نے ایک دفعہ بتایا: عمر بن طفیل نے عمرو بن امیہ سے پوچھا: کیا تم ان مقتولین میں سے اپنے ساتھی کو پہچان سکتے ہو؟ عمرو نے جواب دیا: جی ہاں۔ پھر عامر بن طفیل نے مقتولین میں چکر لگایا اور ان کے نسب نامے دریافت کرنے لگا۔ پھر اس نے سوال کیا: اے عمرو! کیا ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو تمہیں نظر نہیں آ رہا۔ اس نے جواب دیا: جی ہاں۔ ابو بکرؓ کا ایک آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ نظر نہیں آ رہا۔ عامر نے کہا: وہ کیسا آدمی تھا؟ عمرو نے جواب دیا وہ نہایت فضیلت والا انسان تھا۔ عامر نے کہا اچھا میں تمہیں اس کے بارے میں بتاتا ہوں۔ اور ایک آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ اس شخص نے عامر بن فہیرہ کو نیزہ مارا تھا جب اس نے نیزہ کھینچا تو اس کا جسم فضا میں اتنا بلند ہو گیا کہ اللہ کی قسم میں دیکھنے سے عاجز آ گیا۔ یہ بات سن کر عمرو بن امیہ کہنے لگا: یقیناً وہی شخص عامر بن فہیرہ تھا...... جس شخص نے نیزہ مارا تھا وہ بنو کلب سے تعلق رکھنے والا جبار بن سلمٰی تھا اس نے بتایا، جب میں نے نیزہ مارا تو میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا "فُزْتُ وَاللّٰهِ" "میں کامیاب ہو گیا اللہ کی قسم۔" یہ سن کر بڑی حیرت ہوئی کہ کیا کامیابی ملی ہے تو میں اپنے قبیلے کے معزز آدمی ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس آیا اور سارا واقعہ سنایا اور اس نامعلوم کامیابی کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ جنت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر ضحاک نے مجھے اسلام کی دعوت دی اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔ مجھے قبولیت اسلام پر ابھارنے والی چیز عامر بن فہیرہ کی عجیب و غریب شہادت اور ان کی فضا میں بلندی تھی...... پھر ضحاک نے رسول اکرم ﷺ کی طرف پیغام بھجوایا کہ فرشتوں نے عامر بن فہیرہ کی نعش کو چھپا رکھا تھا اور پھر اسے مقام علیین میں پہنچا دیا۔ [1]

❀❀❀

---

(۱) صحیح بخاری کتاب الوتر باب القنوت نمبر ۱۰۰۳۔ مسلم کتاب المساجد: باب استحباب القنوت فی جمیع الصلاة۔ دلائل النبوۃ (بیہقی): ۳/۳۵۲: نمبر ۲۹۹ (عبید الرحمٰن بن معاذ عنبری وغیرہ سے یہ مروی ہے)

صحابہ کی نعشوں کی حفاظت

خبیب بن عدیؓ[1]

عمرو بن امیہؓ بیان کرتے ہیں: مجھ اکیلے کو نبی علیہ السلام نے قریش کی جاسوسی کے لیے روانہ کیا تا کہ خبیبؓ کو جس مقام پر سولی دی تھی ان کو وہاں سے اتار دوں۔ میں اس پھانسی والی لکڑی کے پاس آیا مجھے قریش کے جاسوسوں سے خطرہ لاحق تھا۔ لیکن میں ہمت کر کے اس لکڑی پر چڑھ گیا۔ میں نے خبیبؓ کے پاکیزہ جسم کو کھول دیا اور ان کی میت زمین پر آ گئی۔ میں نے چند لمحے انتظار کیا اور جب خبیبؓ کی لاش کو جھانکا تو حیرت سے دنگ رہ گیا اور میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کیونکہ وہاں ان کے جسم کا اتا پتا بھی نہیں تھا ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے ان کا جسم زمین نے اپنے اندر محفوظ کر لیا ہو اور آج تک ان کا سراغ نہ مل سکا۔[2]

علاء بن حضرمیؓ[3]

انسؓ بیان کرتے ہیں مجھے اپنی امت میں تین ایسی امتیازی خصوصیات نظر آتی ہیں جو اگر بنی اسرائیل میں ہوتیں تو کوئی امت ان کا مقابلہ نہ کر سکتی۔ یہ واقعہ (ایک اور سند سے مکمل آگے آ رہا ہے) لمبا ہے اس میں سے ایک حصہ یہ بھی ہے کہ: ''ہم تھوڑی دیر ہی

(۱) خبیب بن عدی بن عامر بن مجدعہ انصاری جنگ احد میں شریک تھے۔ سیر اعلام النبلاء: ۱/۲۴۶ نمبر ۴۰۔

(۲) طبرانی (الکبیر میں): ۱/۸۰۵ مجمع الزوائد: ۵/۳۲۱۔ اس کی سند میں ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع ضعیف ہے۔ الاصابہ: ۱/۴۱۹۔

(۳) علاء بن عبداللہ بن عمار بن اکبر بن حضرموت۔ نبی علیہ السلام نے اسے بحرین کا گورنر بنایا تھا۔ سیر اعلام النبلاء: ۱/۲۶۲ نمبر ۵۱۔

ٹھہرے تھے کہ ان کے جنازے کی بات چیت شروع ہوگئی۔ ہم نے اس کے لیے قبر کھودی اسے غسل دے کر دفنا دیا۔ تدفین کے بعد ایک شخص آ کر پوچھنے لگا: یہ کون تھا؟ ہم نے اسے بتایا کہ یہ ایک بہترین انسان علاء بن حضرمی تھا۔ اس نے کہا: یہ زمین مردوں کو باہر پھینک دیتی ہے اگر تم یہاں سے منتقل کر کے ایک یا دو میل دور لے جاؤ تو یہ ٹھیک رہے گا کیونکہ وہاں کی زمین مردوں کو قبول کر لیتی ہے۔ چنانچہ ہم اس کی قبر اکھیڑنے پر متفق ہو گئے۔ ہم نے قبر سے مٹی نکالنا شروع کی۔ جب لحد تک پہنچے جہاں کہ اس کی لاش رکھی تھی تو ہم دنگ رہ گئے کیونکہ وہاں جگہ خالی پڑی تھی اور اس قبر کے اندر حد نگاہ تک وسعت تھی اور نورانی کرنیں جگمگا رہی تھیں۔ ہم نے یہ پرسکون، حوصلہ کن، حسین اور دلکش منظر دیکھ کر فوراً مٹی کو برابر کر دیا اور واپس چلے آئے۔[1]

(۱) دلائل النبوۃ (بیہقی): ۶/۵۳؛ مجمع الزوائد: ۹/۳۷۶۔ اس سند میں ابراہیم بن معمر ہروی غیر معروف ہے اور باقی راوی ثقہ ہیں۔ البدایہ والنھایہ: ۶/۱۵۵۔ اس سند کے راوی ثقہ ہیں۔

کائنات کی تسخیر

درندوں پر حکومت

محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں: رسول اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام سفینہ نے انہیں بتایا: میں نے ایک دفعہ سمندر میں سواری کی میں جس کشتی میں سوار تھا وہ حادثے کا شکار ہوگئی میں اس کے ایک ٹوٹے ہوئے تختے کے سہارے ساحل پر پہنچا۔ جس کنارے پر میں پہنچا وہاں درختوں کا ایک جھنڈ تھا اس کے اندر ایک شیر کی کمین گاہ تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر میری طرف لپکا۔ قریب تھا کہ مجھ پر حملہ آور ہو جاتا کہ میں نے اسے آواز دی۔ اے ابوالحارث (یہ عربی زبان میں شیر کی کنیت ہے) میں رسول اللہ ﷺ کا آزاد کردہ غلام ہوں۔ میرے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ وہ شیر لومڑی بن گیا۔ اس نے سر جھکا لیا۔ میرے پاس آیا اور اپنے کندھے کے ساتھ مجھے جھنڈ سے نکالا اور راستے تک پہنچا دیا اور زور سے دھاڑا میں سمجھ گیا کہ اب مجھے الوداع کر رہا ہے۔ یہ میری اور اس کی ملاقات کا آخری وقت تھا۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔ (۱)

دریاؤں کی اطاعت

عمر فاروقؓ اور دریائے نیل

قیس بن حجاج بیان کرتے ہیں: عمرو بن عاصؓ مصر کو فتح کر کے جب ایک عجمی شہر

(۱) حاکم: ۶۰۶/۳۔ حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیحین میں تو نہیں ہے لیکن مسلم کی شرط پر ہے اور صحیح ہے۔ امام ذھبی نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔

''بونہ'' میں پہنچے تو وہاں کے لوگ ان کے پاس دوڑے چلے آئے اور عرض کرنے لگے:

جناب! ہمارے ہاں اس دریا کو جاری کرنے اور چلانے کا ایک طریقہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا طریقہ کار ہے؟ وہ کہنے لگے: جب اس مہینے کی بارہ راتیں گزر جاتیں تو ہم ایک کنواری نوجوان لڑکی کو تلاش کرتے ہیں۔ اس کے والدین کو راضی کر کے اسے زیورات سے آراستہ کر کے اور قیمتی لباس پہنا کر دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں...... عمرؓ کہنے لگے: یہ طریق کار اسلام کے خلاف ہے۔ بہر حال جو ہو چکا سو ہو گیا۔ اسلام قبول کر لینے سے گزشتہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

مجاہدین اسلام بؤنہ، ابیب اور مسری جگہ پر قیام پذیر رہے لیکن کسی علاقے میں بھی دریا نہیں چل رہا تھا۔ پانی کی قلت سے حالات شدید سنگین ہو رہے تھے۔ آخر کار لوگوں نے وہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ عمرو بن عاصؓ نے یہ حالت دیکھ کر عمرؓ کو خط لکھا تو انہوں نے جواب میں لکھا: کہ اے عمرو! تم نے درست کیا ہے۔ اسلام کے ساتھ ان کے گذشتہ گناہوں کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ میں تمہاری طرف ایک چٹھی بھیج رہا ہوں جب وہ پہنچے تو میرے خط میں سے اسے نکال کر دریائے نیل میں ڈال دینا۔ چنانچہ جب وہ خط آیا تو عمرو بن عاص نے وہ چٹھی نکالی اور اسے کھول کر پڑھا اس میں لکھا تھا۔

''اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کی جانب سے اہل مصر کے نیل کی طرف: حمد و صلوٰۃ کے بعد: اے دریا! اگر تو اپنی طرف سے چلتا ہے تو پھر ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ تجھے چلائے۔'' عمرو بن عاصؓ نے یوم صلیب (لڑکی کو قربان کرنے والا دن) سے ایک دن پہلے وہ چٹھی دریائے نیل کے درمیان میں رکھ دی جس وقت کہ اہلیان مصر وہاں سے روانگی کے لیے تیار تھے کیونکہ ان کی تمام مصلحتوں اور ترقی کا دارومدار دریائے نیل پر تھا۔ جب صلیب والا دن طلوع ہوا تو لوگ حیرت سے بھونچکے رہ گئے کیونکہ اللہ تعالی نے تقریباً سولہ ہاتھ کی چوڑائی میں دریائے نیل کو چلا دیا تھا۔ اور اہل مصر کے اس وحشت و بربریت والے قانون کی بیخ کنی کر دی تھی۔ (۱)

---

(۱) حیاۃ الصحابہ: ۶۰۲/۳

دریا کا پانی اور صحابہ کے اونٹ

ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ نے علاء بن حضرمی کو بحرین کی طرف بھیجا تو میں بھی اس قافلے میں شامل تھا۔ مجھے اس کی تین خصلتیں بہت پسند آئیں۔ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے زیادہ پسندیدہ کون سی ہے۔

(۱) جب ہم دریا کے کنارے پر پہنچے تو علاء نے کہا اللہ کا نام لے کر اس میں داخل ہو جاؤ۔ ہم نے اللہ کا نام لیا اور دریا میں اتر گئے۔ اللہ گواہ ہے کہ ہم نے پورا دریا عبور کر لیا لیکن ہمارے اونٹوں کے تلوے بھی تر نہ ہوئے تھے......

(۲) واپسی میں ہم نے ایک صحرائی سفر اختیار کیا۔ ہمارے پاس پانی نہیں تھا۔ ہم نے اسے بتایا۔ اس نے دو رکعتیں ادا کیں اسی وقت ڈھال کی طرح ایک بادل نمودار ہوا اس نے اپنے منہ کو کھول دیا اور خوب پانی برسایا۔ ہم نے خود بھی پیا اور جانوروں کو بھی پلایا۔......

(۳) دوران سفر انہیں موت آگئی۔ ہم نے ریت میں ہی دفنا دیا۔ تھوڑی دور جا کر خیال آیا کہ کہیں درندے ان کو نکال کر کھا نہ لیں۔ جو ریت کو ہٹایا تو وہ اپنی قبر میں موجود ہی نہیں تھے۔ (۱)

ابو مسلم خولانی اور دریائے دجلہ

سلیمان بن مغیرہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ ابو مسلم خولانی دریائے دجلہ کی طرف آئے جب کہ دریا سیلاب کی بنا پر لکڑی کو بھی پھینک رہا تھا۔ وہ آگے بڑھے اور پانی کے اوپر ایسے چلنے لگے جیسے زمین پر چلا جاتا ہے پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہنے لگے۔ کیا تمہارا کوئی سامان تو گم نہیں ہوا ہمیں بتاؤ ہم اللہ سے دعا کریں گے۔ امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (۲)

---

(۱) طبرانی (الکبیر میں) ۱۸/۱۶۷۔ ھیثمی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں ابراہیم بن معمر ہے اور باقی راوی ثقہ ہیں۔ دلائل النبوۃ (بیہقی): ۳/۵۰۔

(۲) دلائل النبوۃ (بیہقی): ۶/۵۴۔

لشکر اسلام اور تسخیر دجلہ

ابن رفیل بیان کرتے ہیں: سعدؓ ایران اور خصوصاً مدائن پر قبضہ کرنے کے لیے پیش قدمی کرتے کرتے جب بَھُرسیر جگہ پر پہنچے جو کہ قریب ترین شہر تھا۔ اس کے آگے دریائے دجلہ اپنی طغیانی موجوں کے ساتھ رواں دواں تھا۔ اس شہر سے آگے جانے میں یہی دریا آڑے آرہا تھا۔ سعدؓ نے اس دریا کو عبور کر کے دوسرے شہروں تک پہنچنے کے لیے کشتیوں کی تلاش شروع کی لیکن ایک کشتی بھی ہاتھ نہ لگی کیونکہ فارسیوں نے تمام کشتیوں کو دوسرے کنارے پر لنگر انداز کر رکھا تھا چنانچہ صفر کے مہینے میں وہ کئی دن تک وہاں ٹھہرنے پر مجبور رہے۔ مسلمان دریا میں داخل ہونا چاہتے تھے لیکن سعدؓ محض شفقت کرتے ہوئے ایک مشکل میں پڑنے سے روک رہے تھے۔ ایک دن کچھ فارسی غلام آئے انہوں نے دریا میں اترنے کے لیے ایک جگہ کی نشاندہی کی جو درحقیقت موٹے پتھروں والی ایک وادی تھی۔ لیکن سعدؓ نے انکار کر دیا اور اس تجویز کو قابل اعتناء نہ سمجھا۔ اسی اثناء میں دریا میں سیلاب آ گیا اور ہر جانب دریا کی طوفانی موجیں ٹھاٹھیں مارنے لگیں۔ ہر جانب دہشتناک اور ہولناک منظر دیکھنے میں آرہا تھا۔ سعدؓ کی پریشانی بڑھ گئی۔ ایک رات انہیں خواب میں مسلمانوں کے گھوڑے دریا میں داخل ہو کر عبور کرتے ہوئے نظر آئے۔ یہ خواب نہایت تسلی بخش اور خوش کن تھا۔ ادھر دریائی سیلاب میں روز بروز خطرناک اضافہ ہوتا چلا جارہا تھا۔ لیکن جس کے ارادے پختہ ہوں اور نظر اللہ واحد وقہار پر ہو وہ سمندر کی طلاطم خیز موجوں سے بھی نہیں گھبرایا کرتے۔ سعدؓ نے اپنے خواب پر عمل پیرا ہونے کا اور دریا کو عبور کرنے کا عزم مصمم کر لیا۔ انہوں نے پورے لشکر کو ایک جگہ اکٹھا کیا۔ پھر اللہ کی حمد وثناء بیان کر کے کہنے لگے:

''بلاشبہ دشمن اس دریا کے بل بوتے پر تم سے محفوظ ہے۔ وہ دوسری جانب پناہ گزین ہیں۔ تم کسی دنیاوی اور ظاہری سبب کو استعمال کر کے ان تک نہیں پہنچ سکتے۔ جب کہ وہ جس وقت بھی چاہیں تم تک اپنی فوجیں پہنچا سکتے ہیں۔ کشتیاں ان کے قبضے میں ہیں۔ وہ کشتیوں

کے ذریعے تم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔اور ہمیں صرف یہی خطرہ لاحق ہے کہ ہماری بے خبری میں کشتیوں کے ذریعے حملہ نہ ہو جائیں لیکن میں نے اب پختہ عزم کر لیا ہے کہ دریا کو عبور کر کے خود ہی ان پر چڑھائی کر کے ہلہ بول دوں ....سب نے یک زبان ہو کر کہا:

اللہ ہمیں اور آپ کو بھلائی پر سدا پختگی نصیب فرمائے۔آپ بے خوف وخطر اس تدبیر پر عمل درآمد شروع کر دیجئے۔چنانچہ سعدؓ نے لوگوں کو دریا پار کرنے پر ابھارتے ہوئے کہا: وہ کون سے جانباز مجاھدین ہیں جو سب سے پہلے دریا کو عبور کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔تاکہ دوسری جانب مسلح رہ کر دشمن کے سامنے صف آراء رہیں اور باقی لشکر بخیر و عافیت دریا پار کر سکے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب ہم درمیان میں پہنچیں تو وہ ہمیں نکلنے سے ہی روک دیں۔

ان کے اس اعلان پر عاصم بن عمر نکلے اور سب سے پہلے تیار ہو گئے اور ان کے پیچھے تقریباً بالائی علاقوں والے چھ سو مجاہدین آئے۔سعدؓ نے عاصم کو ان کا امیر بنایا اور روانہ کر دیا۔عاصم ان کو لے کر دریا میں داخل ہونے سے پہلے کنارے پر رک گیا۔اور کہنے لگا تم میں سے کون ہے جو میرے ہمراہ دریا میں اترے گا اور ادھر جا کر دشمن کے سامنے دفاعی پوزیشن بنائے گا۔ان میں سے ساٹھ جانثار مسلمان سبقت لے گئے عاصم نے ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا۔گھوڑوں والوں اور گھوڑیوں والوں کو الگ الگ کر دیا تاکہ دریا میں ہجوم نہ مچ جائے۔اور گھوڑوں کے لیے تیرنا آسان رہے۔پھر اللہ کا نام لے کر دریا میں داخل ہو گئے۔ اور بفضل الٰہی دوسری جانب پہنچ کر دشمن کا دفاع کرنے کے لیے چاق و چوبند ہو گئے جب سعدؓ نے دوسرے کنارے کو مسلمانوں کے دفاع میں دیکھا تو پورے لشکر کو دریا میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔اور فرمایا کہ یہ الفاظ کہتے ہوئے دریا میں گھوڑے دوڑا دو:

((نَسْتَعِيْنُ بِاللّٰهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ))

''ہم اللہ سے مدد کے طلب گار ہیں۔ہم اس پر توکل و بھروسہ رکھتے ہیں۔اور وہ اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے اسی عظمتوں اور بلندیوں والے

اللہ کے بغیر کوئی طاقت وقوت میسر نہیں ہوسکتی۔"

چنانچہ ایک بہت بڑا لشکر متحد اور یکجا ہوکر دریا میں چھلانگیں لگا گیا۔ دریا کی موجوں پر سواری شروع کردی۔ دریائے دجلہ اپنی طوفانی موجوں کے ساتھ ہیبت ناک طغیانی کا نظارہ پیش کرر ہا تھا۔ موجیں ٹکرا ٹکرا کر جھاگ نکال رہی تھیں۔ اور دریا کی سطح سیاہی مائل ہوگئی تھی۔ اللہ کے یہ شیر دل مجاھد خطرات کی پرواہ کیے بغیر اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر بڑے اطمینان و سکون کے ساتھ تیرتے چلے جارہے تھے۔ ایک دوسرے سے مل جل کر ہنستے مسکراتے، اللہ کو یاد کرتے آپس میں باتیں کرتے ہوئے اس طرح اس رواں دواں تھے جیسے خشکی پر بے خوف وخطر محوسفر ہوں۔ اللہ کی مدد نصرت اور اعانت و تائید کے ساتھ بخیر و عافیت پورا لشکر دریا کا سینہ چیر کر پار کر گیا اور دشمن کی سرزمین پر قدم جما کر انہیں چونکنے پر مجبور کردیا۔ دشمن کی حیرت کے مارے گھگی بندھ گئی۔ خوفزدہ دہشت سے ان پر سکتہ طاری ہوگیا۔ انکے اوسان خطا ہوگئے اور ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے کیونکہ ان محمدی پروانوں نے ایک ایسے کام کا اقدام کیا تھا جو ان کے وھم وگمان میں بھی نہ تھا...... آخر دشمن دوڑ پڑا نہایت عجلت اور جلد بازی سے اپنے مالوں کو جتنا ہوسکا اٹھایا او آگے بھاگنے لگا۔ اور لشکر محمدی کے جیالے تکبیر کی صداؤں میں شہر کے اندر قدم افروز ہوئے اور صفر ۱۶ ھ کو فارس کے اندر جاگزیں ہوئے اور فارس کے بادشاہ کسریٰ کے ایوانوں اور محلات میں جو کچھ بچا تھا تمام کا تمام سمیٹ لیا۔ شیرویہ اور اس کے جانشینوں نے جو مال و دولت کے انبار لگا رکھے تھے آن واحد میں مسلمانوں کو مال غنیمت میں حاصل ہوگئے جن کی مالیت اس وقت تین ارب کے لگ بھگ تھی۔ یہ اللہ کا ان مجاھدین پر ایک خصوصی انعام و کرام تھا۔[1]

(۱) دلائل النبوۃ (ابونعیم) ص ۲۰۹۔ (ابوبکر بن حفص بن عمرو سے مروی ہے)

آگ اور روشنی کی تسخیر

تمیم داریؓ اور آگ [1]

معاویہ بن حرملؒ بیان کرتے ہیں میں مدینے آیا تمیم داریؓ مجھے کھانا کھلانے کے لیے اپنے ہمراہ گھر لے گئے۔ میں نے بے تحاشا کھانا کھایا۔ میں شدت بھوک کی وجہ سے سیر نہیں ہو رہا تھا کیونکہ مسلسل تین دن گزر چکے تھے اور میں مسجد میں بھوکا تڑپ رہا تھا۔ ہم گھر میں ہی تھے کہ اچانک حرہ مقام پر آگ بھڑک اٹھی عمرؓ جلد از جلد تمیم داریؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ آیئے اس آگ کا بندوبست کرنے کے لیے چلیں۔ وہ عرض کرنے لگے: امیر المؤمنین! میں کیا حیثیت رکھتا ہوں۔ میں کون سا اہمیت والا شخص ہوں لیکن امیر المومنین کے اصرار پر وہ ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ وہ دونوں آگ کی طرف چلے گئے ......معاویہ بن حرمل کہتے ہیں میں ایک حیرت انگیز معاملہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ میں نے دیکھا کہ تمیم داریؓ اپنے ہاتھ کے ساتھ اس آگ کو ہانک رہے تھے حتی کہ وہ آگ ایک کھائی کی طرف جانے لگی اور پوری آگ اس میں داخل ہوگئی اور تمیم داریؓ بھی اس کے پیچھے داخل ہو گئے اور عمرؓ بے اختیار کہہ اٹھے: جس نے اپنی آنکھوں سے معاملہ دیکھا وہ کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس نے نہ دیکھا ہو۔ [2]

حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور نورانی چمک

ابو ھریرہؓ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کر رہے تھے۔ آپؐ کے ساتھ آپؐ کے نواسے حسنؓ و حسینؓ بھی تھے۔ جب آپؐ سجدہ ریز ہوتے تو وہ دونوں اچھلتے کودتے آپ کی پشت پر چڑھ جاتے۔ جب آپؐ نے سر مبارک بلند کرنا ہوتا تو

(۱) ابو رقیہ تمیم بن اوس بن خارجہ بن مسور اللخمی الفلسطینی۔ نبی علیہ السلام سے انہوں نے اٹھارہ احادیث روایت کی ہیں۔ سیر اعلام النبلاء: ۴۴۲/۲۔ نمبر ۸۶۔

(۲) دلائل النبوۃ (بیہقی): ۶/ ۸۰۔ دلائل النبوۃ (ابو نعیم) ص ۱۳۲۔

نرمی سے انہیں پکڑ کر نیچے اتار دیتے پھر جب اگلا سجدہ کرتے تو بھی یہی صورتحال پیش آتی۔ جب نماز مکمل ہوگئی تو آپؐ نے دونوں کو اپنی رانوں پر بٹھالیا......ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: میں نبی علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کی: حضور! اگر حکم ہو تو انہیں گھر چھوڑ آؤں۔ اچانک ایک نورانی چمک پیدا ہوئی۔ آپ نے دونوں کو حکم دیا: ((اَلْحَقَا بِأُمِّكُمَا)) ''اپنی امی کے پاس چلے جاؤ'' ابو ہریرہؓ کہتے ہیں وہ نورانی چمک اس وقت تک قائم رہی جب تک کہ اپنی والدہ کے پاس نہ پہنچ گئے۔[1]

قتادہ بن نعمانؓ اور جگمگ کرتی لکڑی[2]

ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں ایک رات آسمان ابر آلود تھا۔ فضا بہت باد و باراں والی تھی۔ جب نبی کریم ﷺ نماز عشاء کے لیے نمودار ہوئے تو بادل چمکنے لگا۔ آپ کو اس کی چمک میں قتادہ بن نعمانؓ نظر آئے آپؐ نے فرمایا: ((مَاالسُّرٰی يَا قَتَادَةُ ؟)) ''اس موسم میں کیسے چلے آرہے ہو۔'' انہوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں نے خیال کیا کہ اس متغیر موسم میں اکثر لوگ نماز میں شامل نہیں ہو سکتے اور اس طرح کی مشکلات کو برداشت کر کے نماز کی ادائیگی میری محبوب چیز ہے۔ آپ نے فرمایا: ((فَإِذَا صَلَّيْتَ فَاثْبُتْ حَتّٰى أَمُرَّ بِكَ)) ''جب نماز سے فراغت مل جائے تو اپنی جگہ پر قائم رہنا حتی کہ میں تیرے پاس سے گزروں۔'' چنانچہ نماز کے اختتام پر آپ نے اسے ایک لکڑی عطا کی اور فرمایا:

((خُذْ هٰذَا فَسَيُضِيْءُ لَكَ أَمَامَكَ عَشْرًا وَخَلْفَكَ عَشْرًا فَإِذَا دَخَلْتَ الْبَيْتَ وَتَرَاءَ يْتَ سَوَادًا فِيْ زَاوِيَةِ الْبَيْتِ فَاضْرِبْهُ قَبْلَ اَنْ تَتَكَلَّمَ فَإِنَّهُ الشَّيْطَانُ))

(۱) بیہقی (دلائل النبوۃ میں: ۶/ ۷۶۔ مجمع الزوائد: ۹/ ۱۸۱ ھیثمی کہتے ہیں کہ امام احمد اور بزار نے اس کو مختصر بیان کیا ہے اور امام احمد کے راوی ثقہ ہیں۔

(۲) قتادہ بن نعمان بن زید بن عامر۔ ابو عمر کنیت ہے۔ انصاری اور بدری صحابی ہیں انتہائی جلیل القدر شخصیت ہیں (سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۳۳۱)۔

''اس کو پکڑ لو۔ یہ لکڑی تمہارے لیے دل ہاتھ سامنے اور دس ہاتھ پیچھے روشنی کرے گی جب تم گھر پہنچ جاؤ اور گھر کے ایک کونے میں تمہیں ایک سایہ دکھائی دے تو گفتگو کرنے سے پہلے پہلے اس کو یہ لکڑی مار دینا کیونکہ وہ شیطان ہے۔''[1]

دو صحابی اور آب وتاب والی لاٹھیاں

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک ضروری معاملے میں رات گئے تک گفتگو میں مشغول رہے ان میں سے ایک اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ[2] اور دوسرے عباد بن بشر رضی اللہ عنہ[3] تھے۔ گفتگو کے دوران ہر جانب گھٹا ٹوپ اندھیرے کی دبیز چادر پھیل گئی ہاتھ کو ہاتھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ بات چیت کے بعد جب دونوں واپسی کے لیے اٹھے دونوں کے پاس چھوٹی چھوٹی لاٹھیاں تھیں جب چلنے لگے تو عبادہ بن بشر رضی اللہ عنہ کی لاٹھی چمکنے لگی۔ اس کی چمک دمک سے چاروں جانب روشنی پھیل گئی۔ وہ اس روشنی میں چلتے رہے جب دونوں کا راستہ جدا جدا ہونے لگا تو اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی لاٹھی بھی چمکنے لگی۔ پھر جب تک دونوں گھروں میں نہ پہنچ گئے روشنی ان کے ساتھ ہی رہی۔[4]

---

(۱) مجمع الزوائد: ۲/ ۱۶۷ اس کو امام احمد اور بزار نے بیان کیا ہے اور دونوں کے راوی بخاری کے راوی ہیں۔

(۲) اسید بن حضیر بن سمالا بن متیک بن نافع عبدالاشہل انتہائی حسین آواز سے تلاوت قرآن کرتے تھے (سیر اعلام النبلا: ۱/ ۳۴۰)

(۳) عباد بن بشر بن وقش بن زعبہ بن عبدالاشہل۔ بدری صحابی ہیں۔ ۴۵ سال زندہ رہے۔ (سیر اعلام النبلا: ۱/ ۳۳۷)

(۴) صحیح البخاری کتاب المناقب باب بقیہ احادیث علامات النبوۃ: ۳۶۳۹۔ (معاذ سے بیہقی بیان کیا۔ دلائل النبوۃ (۶/ ۷۷)

ابوعبسؓ اور جھلملاتی چھڑی [1]

عبدالحمید بن ابوعیسیٰ انصاری کو میمون بن زید نے اپنے باپ زید بن ابوعبس کی روایت سنائی۔ زید بن ابو عبس کہتے ہیں کہ میرا باپ ابوعبسؓ رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ تمام نمازیں ادا کرتا تھا۔ اور رات کے وقت بنو حارثہ قبیلے میں واپس آ جاتے۔ ایک دفعہ اندھیری رات تھی اور پرخطر تاریکی ہر طرف چھا چکی تھی لیکن وہ اپنی عادت کے مطابق چل پڑے تو اللہ نے ان کی چھڑی کو روشن کر دیا اور بنو حارثہ قبیلے میں داخل ہونے تک وہ روشنی ساتھ رہی۔ [2]

امام بیہقی نے بیان کیا ہے کہ ابوعبسؓ بدری صحابی تھے۔

حمزہ بن عمروؓ کی ٹمٹماتی انگلیاں

حمزہ بن عمرو سلمیؓ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ محو سفر تھے اور ایک رات سخت اندھیرے کی وجہ سے قافلہ منتشر ہو گیا۔ اللہ نے میری انگلیوں کو روشن کر دیا اور صحابہ کرامؓ نے اس روشنی میں اپنی سواریاں اکٹھی کر لیں اور میری انگلیوں کی ٹمٹماہٹ اور جگمگاہٹ کی بنا پر کوئی چیز گم نہ ہوئی۔ [1]

❀❀❀

---

(۱) ابوعبس بن جبیر بن عمرو بن زید بن جشم بن حارثہ الاوسی۔ ان کا نام عبدالرحمن تھا۔ بدری صحابی ہیں۔ سنہ ۳۴ھ میں فوت ہوئے۔ عثمان عفانؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی (سیر اعلام النبلاء: ۱/۱۸۸۔ نمبر ۲۱)

(۲) حاکم: ۳/۳۵۰۔ عبدالحمید ابوعبس سے مرسل بیان کی ہے اور دلائل النبوۃ (بیہقی): ۶/۷۸۔

(۳) دلائل النبوۃ (بیہقی): ۶/۷۹۔ مجمع الزوائد: ۹/۴۱۱۔ اور امام ہیثمی نے کہا کہ طبرانی کے راوی ثقہ ہیں۔ (البدایہ والنھایہ)۔ اور اس حدیث کو امام بخاری نے ''التاریخ'' میں بیان کیا ہے اور سند صحیح ہے: ۸/۲۱۳۔

شدت پیاس اور رحمانی پانی

ام ایمن اور آسمانی ڈول [1]

ھشام بن حسان بیان کرتے ہیں جس وقت ام ایمنؓ نے مدینہ کی طرف ھجرت کی۔ ان کے پاس زادراہ نہ تھا جب وہ ''روحاء'' جگہ پر پہنچیں تو سورج غائب ہو رہا تھا۔ اور وہ شدت پیاس سے نڈھال ہو رہی تھیں ان کا بیان ہے کہ اچانک میں نے ایک تیز سرسراہٹ اپنے سر پر سنی میں نے سر اٹھایا تو انتہائی عجیب وغریب معاملہ دیکھنے کو ملا ایک سفید ڈول آسمان سے رسی کے ذریعے لٹکایا گیا تھا۔ اس رحمت خداوندی کے نظارہ سے مجھے حوصلہ ملا اور میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اور خوب سیراب ہو کر پانی پیا۔ اس پانی کے بعد میں اگر روزے کی حالت میں انتہائی گرم دن میں کڑکتی دھوپ میں بھی چکر لگاتی رہتی کہ شاید کبھی پیاس محسوس ہو لیکن کبھی بھی پیاس محسوس نہ ہوئی۔ [2]

ام شریکؓ اور جنتی پانی [3]

ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں: دوس قبیلے کی ایک عورت ام شریکؓ رمضان میں مشرف باسلام ہوگئی۔ وہ کسی ایسے شخص کو تلاش کرنے لگی جو اسے نبی اکرم ﷺ تک پہنچا دیتا۔ اسے ایک یہودی ملا۔ اس نے پوچھا: اے ام شریک ادھر ادھر کیوں چکر لگا رہی ہو۔ اس نے بتایا کہ میں کسی ہم سفر کی تلاش میں ہوں جو نبی علیہ السلام کے پاس مجھے لے جائے۔ وہ خدا کا دشمن کہنے لگا: آؤ میرے ساتھ، میں تمہیں چھوڑ آتا ہوں۔ اس نے کہا: ٹھہرو! میں تھوڑی دیر

---

(۱) نبی علیہ السلام کی یہ حبشن لونڈی تھی آپ نے اسے باپ کی وراثت میں حاصل کیا تھا۔ اس نے نبی علیہ السلام کو پالا تھا۔ جب نبی علیہ السلام نے خدیجہؓ سے شادی کی تو اسے آزاد کر دیا۔ اور آپ فرماتے تھے (یہ میرے اہل بیت کا باقی ماندہ حصہ ہے) سیر اعلام النبلاء: ۲۲۳/۲ نمبر ۳۲۔

(۲) دلائل النبوۃ (بیہقی) ۶: ۱۲۵۔ الاصابہ: ۴۳۲/۴۔

(۳) ام شریک انصاریہ صحابیہ ہیں۔ سیر اعلام النبلاء: ۲۵۵/۲۔ نمبر ۳۳۔

میں اپنا مشکیزہ پانی سے بھرلوں۔ وہ کہنے لگا میرے پاس پانی موجود ہے تمہیں اس مشقت اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اس کے ساتھ چل پڑی۔ پورا دن چلتے رہے۔ جب شام ہوئی تو یہودی نے ایک جگہ پڑاؤ ڈال دیا۔ اور اپنے توشہ دان میں سے کھانا نکالا اور دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا تناول کرنے لگا...... اس نے ام شریک کو آواز دی کہ آؤ: کھانا کھالو۔ ام شریک نے کہا مجھے پانی کی طلب ہے۔ وہ بدبخت کہنے لگا: جب تک یہودیت اختیار نہ کرو گی تمہیں ایک قطرہ تک نہ دوں گا۔ اس نے جواب دیا: اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

میں کبھی یہودیت قبول نہ کروں گی اللہ نے مجھے اسلام کا راستہ دکھایا ہے تو میں کیوں دوسری جانب جھانکتی پھروں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے اونٹ کی طرف توجہ مبذول کی اس کا گھٹنا باندھا اور اسکے گھٹنے پر سر رکھ کر سوگئی وہ کہتی ہیں: میری آنکھ ایک ڈول کی ٹھنڈک سے کھل گئی جو کہ میری پیشانی کو چھو رہا تھا۔ میں اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ اس میں دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھی پینے والی چیز تھی۔ میں نے پیٹ بھر کر پیا۔ اور خوب سیراب ہو گئی۔ اس کے بعد اپنے مشکیزے پر اس کا پانی چھڑکا اور اسے تر کرلیا اور اسے بھرلیا۔ پھر یکا یک وہ ڈول میری آنکھوں کے سامنے بلند ہونا شروع ہوا حتی کہ فضا میں بلند ہوتے ہوتے میری آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ صبح کے وقت یہودی آیا۔ اس نے مجھے آواز دی تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے میرے مالک نے پانی پلا دیا ہے۔ اس نے پوچھا: کہاں سے پانی آیا؟ کیا آسمان سے؟ میں نے کہا: ہاں اللہ کی قسم! اس نے آسمان سے مجھ پر پانی نازل کیا ہے۔ پھر میرے سامنے وہ آسمان میں غائب ہوگیا۔ پھر میں اکیلی چل پڑی اور خدمت پیغمبری میں حاضری دی اور آنحضرت ﷺ کو پورا قصہ بتادیا۔ آپ ﷺ نے اسے اپنے ساتھ نکاح کی دعوت دی۔ اس نے عرض کی: حضورؐ! میں اپنے اس حقیر نفس کو آپ کی شان کے لائق نہیں سمجھتی۔ ہوسکتا ہے کہ میں آپ کو راضی نہ کرسکوں۔ البتہ میں خود کو آپ کے حوالے کردیتی ہوں۔ آپ جس سے چاہیں میری شادی کردیں۔ تو نبی علیہ السلام نے زیدؓ کے ساتھ اس کی شادی کردی اور اس کے لیے تیس صاع (تقریباً دو من سے کچھ کم یعنی ایک

من ۳۰ کلوگرام) کا حکم دیا۔ اور ارشاد فرمایا: ((کُلُوْا وَلَا تَکِیْلُوْا)) ''اس میں سے کھاتے رہو لیکن اس کو تولنا نہیں۔''[1]

نیند میں پانی

ابوامامہؓ[2] کہتے ہیں۔ مجھے رسول اکرم ﷺ نے اپنی قوم کی طرف بھیجا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو شدید بھوک میں مبتلا تھا۔ میری قوم والے ''خون'' کھا رہے تھے۔ مجھ سے کہنے لگے آؤ! ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا: میں تو تمہیں اس کام سے منع کرنے کے لیے آیا ہوں کیونکہ یہ حرام ہیں۔ وہ مجھ پر ہنسنے لگے اور مذاق شروع کر دیا۔ میں بہت مشکل میں پھنسا ہوا تھا۔ میں نے ان میں سے کچھ آدمیوں کو دوسروں سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ تمہارے پاس ایک سردار قسم کا آدمی آیا ہے اس لیے تم پر لازم ہے کہ اس کی خاطر تواضع کرو۔ خواہ دودھ اور پانی ملا کر پلا دو۔ میں نے اپنا سر زمین پر رکھا اور نیند کی آغوش میں چلا گیا مجھے خواب آیا جس میں ایک آدمی نے مجھے برتن پکڑایا اور میں نے اس برتن سے خوب سیراب ہو کر پیا اور مجھے افاقہ ہو گیا۔ اور خود کو اتنا سیر محسوس کرنے لگا کہ سانس لینا دشوار ہو گیا۔ اتنی دیر میں میری آنکھ کھل گئی۔ میری قوم کے لوگ میرے پاس ایک برتن لے کر آئے اور مجھے پکڑانے لگے۔ میں نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں وہ کہنے لگے: عجیب معاملہ ہے ابھی تو بھوک کے مارے تمہاری جان نکل رہی تھی۔ میں نے کہا یقیناً اللہ نے مجھے کھلایا اور پلایا ہے اور میں نے ان کو اپنا پیٹ دکھایا۔ چنانچہ اس کرشمہ الٰہی اور کرامت کی وجہ سے تمام کے تمام حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔[3]

---

(۱) دلائل النبوۃ (بیہقی): ۱۲۴/۶۔

(۲) ابوامامہ باہلی صحابی رسول ہیں اور ان کا بیعت رضوان میں شامل ہونا بھی مروی ہے۔ سیر اعلام النبلاء: ۳۵۹/۳۔

(۳) مجمع الزوائد: ۳۸۶/۹۔ طبرانی نے اسے دو سندوں سے ذکر کیا ہے اور یہی سند حسن ہے کیونکہ اس کا راوی ''ابو غالب'' ثقہ بھی شمار کیا گیا ہے۔ حاکم: ۶۴۱/۳۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اسے ابن حصین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دلائل النبوۃ (بیہقی): ۱۲۷/۶۔

خصوصی رزق اور عنایت الٰہی

سمندری جانور اور صحابہ کرامؓ

جابر بن عبداللہؓ نے ایک لمبی حدیث بیان کی جس کا مختصر حصہ پیش نظر ہے...... آخر کار لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے بھوک کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا ((عَسَى اللّٰهُ أَنْ يُطْعِمَكُمْ)) ''عنقریب اللہ تمہیں رزق سے نوازے گا۔'' چنانچہ جب ہم سمندر کے کنارے پہنچے اچانک سمندر نے ایک بہت بڑی موج ماری اور ایک بہت بڑا جانور (مچھلی) کنارے پر پھینک دی ہم نے اس کے ایک پہلو پر آگ جلائی۔ اور اس کا گوشت بھون بھون کر شکم میں اتارا جس کی وجہ سے ہم خوب سیر ہو گئے۔

وہ اتنا بڑا جانور تھا جس کی جسامت کا اندازہ اس کی آنکھ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہم پانچ آدمی اس کی آنکھ کے سوراخ میں داخل ہو گئے اور وہ سوراخ اتنا بڑا تھا کہ ہم دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ پھر ہم نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی کو زمین پر رکھ کر بلند کیا اور قافلے کا سب سے قد آور اونٹ پر سب سے بڑا پالان رکھا اور سب سے زیادہ لمبے آدمی کو بٹھا کر گزارا تو وہ اس پسلی کے نیچے سے بآسانی گزر گیا۔ اور اسے سر بھی نیچا نہ کرنا پڑا۔ (1)

چکی اور تنور

ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ ایک صحابیؓ اپنے گھر گیا۔ اہل وعیال فاقہ کشی میں مبتلا تھے۔ وہ گھر سے نکل کر جنگل میں چلا گیا جب وہ گھر سے نکل رہا تھا اس کی بیوی نے اس

(1) صحیح البخاری۔ کتاب المغازی باب غزوۃ سیف البحر نمبر ۶۱ ۴۳ مسلم: ۲/۱۴۸ کتاب الذبائح میں باب اباحہ میقات البحر نمبر ۱۸۔ حیاۃ الصحابہ ۳/۶۳۸۔

کے ارادہ اور اللہ پر کامل یقین وتوکل کو بھانپ لیا۔تو وہ بڑے اعتماد سے اٹھی۔چکی کو درست کیا اور تنور کو بھڑکا دیا۔اور کہنے لگی: ﴿اَللّٰهُمَّ اَرْزُقْنَا﴾ ''اے اللہ ہمیں رزق عطا فرما'' دعا مانگنے کی دیر تھی کہ آنا فانا چکی کے اردگرد آٹا نظر آنے لگا۔تنور روٹیوں سے بھر گیا۔تھوڑی دیر کے بعد وہ صحابی گھر آیا۔اور کہنے لگا کیا میرے بعد کوئی چیز آئی ہے؟ بیوی نے جواب دیا۔جی ہاں! اللہ رب کرم کی طرف سے ہمیں رزق ملا ہے۔وہ صحابی جلدی کے ساتھ چکی کے پاس گیا اور اسے اٹھا لیا......اگلے دن جب اس نے نبی کریم ﷺ کو اس انوکھے واقعہ کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَمَا إِنَّهُ لَوْ لَمْ يَرْفَعْهَا لَمْ تَزَلْ تَدُوْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ))

''خبردار! اگر یہ شخص چکی کا پاٹ نہ اٹھاتا تو قیامت کے دن تک وہ چکی جوں کی توں چلتی رہتی۔''(۱)

اونٹنی کا دودھ

خبابؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں ایک چھوٹے سے جہادی دستے کے ہمراہ روانہ کیا۔راستے میں ہمارے پاس پانی ختم ہو گیا۔پیاس کی شدت ہمیں ستانے لگی۔اس تنگی داماں کے وقت اللہ نے ہمارے لیے ایسی جگہ سے انتظام کیا جو ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھی......ہوا یوں کہ ایک مجاھد کی اونٹنی بیٹھ گئی کیونکہ اس کے تھن دودھ کی وجہ سے بہت بوجھل ہو گئے تھے یوں لگتا تھا جیسے اس کے تھنوں کی جگہ دو مشکیزے باندھ دیے گئے ہوں۔ہم نے اس کا دودھ دوہا اور خوب سیر ہو کر پیا۔(۲)

انگوروں کا گچھا

حجیر بن ابی اھاب کی بیٹی ماویہ (جو بعد میں اسلام لے آئی تھی) بیان کرتی ہے۔

---

(۱) دلائل النبوۃ (بیہقی)۔ ۱۰۵/۶۔ مجمع الزوائد: ۲۵۶/۱۰۔ احمد و بزاز میں بھی ہے۔ معجم اوسط (طبرانی)۔اس کے تمام راوی بخاری کے ہیں سوائے بزاز اور طبرانی کے شیخ کے۔لیکن وہ بھی ثقہ ہیں۔

(۲) مجمع الزوائد: ۲۱۰/۶۔اس میں ابراہیم بن شادر راوی کمزور ہے اسے ثقہ بھی کہا گیا ہے۔حیاۃ الصحابہ: ۶۴۴/۳

خبیبؓ کو ہمارے گھر میں قید کر دیا گیا۔ ایک دفعہ میں نے اس کے کمرے میں دروازے کے سوراخ سے جھانکا جس میں وہ بند تھے۔ کیا دیکھتی ہوں کہ ان کے ہاتھ میں آدمی کے سر جتنا موٹا انگوروں کا گچھا تھا۔ اور وہ اسے مزے سے کھا رہے تھے۔ اور ان دنوں میں خطہ ارضی کے کسی علاقے میں انگوروں کا موسم نہ تھا۔ (۱)

دودھ اور مکھن :۔

سالم بن ابی الجعدؒ بیان کرتے ہیں: دو صحابیوں کو رسول اکرم ﷺ نے اپنے کسی کام کے لیے روانہ کرنا چاہا۔ وہ دونوں عرض کرنے لگے: حضورؐ! ہمارے پاس زادراہ بنانے کے لیے کوئی ساز و سامان نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: اِبْتَغِیَانِیْ مِیْقَاءً ''جاؤ کوئی مشکیزہ تلاش کر کے میرے پاس لاؤ۔'' وہ دونوں ایک مشکیزہ لے کر آگئے۔ آپؐ نے صحابہ کرام سے اسے بھروایا اور اسے بند کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا:

((اِذْهَبَا حَتّٰى تَبْلُغَا مَكَانَ كَذَا وَ كَذَا فَإِنَّ اللّٰهَ سَيَرْزُقُكُمَا))

''اب روانہ ہو جاؤ جب فلاں جگہ پہنچو گے تو اللہ تمہیں رزق دے گا۔''

وہ دونوں چل پڑے نبی علیہ السلام کے بیان کردہ مقام پر وہ مشکیزہ خود بخود کھل گیا جس میں دودھ اور مکھن نظر آ رہا تھا۔ دونوں نے خوب سیر ہو کر دودھ نوش کیا اور مکھن تناول کیا۔ (۲)

زہر کا اثر ختم

ابو السفر بیان کرتے ہیں: جب خالد بن ولید حیرہ شہر میں بنو مرازبہ کے امیر کے پاس پہنچے تو لوگوں نے انہیں خبردار کرتے ہوئے کہا۔ یہ عجمی لوگ آپ کو زہر پلانے کی کوشش کریں گے۔ آپ احتیاط سے کام لیں۔ خالد بن ولید پورے توکل اور بھروسے سے کہنے لگے: جاؤ میرے پاس زہر لے آؤ۔ وہ لے آئے انہوں نے اپنے ہاتھ سے پکڑا اور بسم اللہ

(۱) ابن حبان: نمبر ۷۰۰۰۔ دلائل النبوۃ (بیہقی): ۳/۳۲۳۔ حیاۃ الصحابہ: ۳/۶۴۴۔

(۲) طبقات ابن سعد: ۱/۱۷۲۔ حیاۃ الصحابہ: ۳/۶۴۴۔

پڑھ کر منہ میں ڈالا اور نگل لیا۔ جس کی بنا پر انہیں ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچ سکا۔ (۱)

گرمی اور سردی کا اثر ختم

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں: حضرت علیؓ سردیوں میں کئی بار ایک ہی تہہ بند اور ایک اوپر والی چادر (یعنی دو ہلکے پھلکے کپڑے) پہن لیتے۔ اور بس اوقات گرمیوں میں موٹی شیروانی (اچکن) اور موٹا لباس زیب تن کر لیتے۔ لوگوں نے تعجب کیا اور وجہ دریافت کرنے کے لیے میرے پاس آئے۔ اور کہنے لگے اے عبدالرحمٰن! تم اپنے والد ابو لیلیٰ سے کہو کہ علیؓ سے اس کی وجہ پوچھیں۔ کیونکہ تمہارے والد صاحب عموماً رات کے وقت ان کے ساتھ گفتگو کرتے رہتے ہیں...... میں نے اپنے والد سے کہا کہ لوگ امیر المؤمنین کے ایک نوکھے عمل سے بہت تعجب کر رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: وہ کیا؟ میں نے بتایا: کہ امیر المؤمنین گرمیوں میں موٹا لباس پہن لیں تو پرواہ نہیں کرتے اور سردیوں میں باریک کپڑے پہن لیں تو پرواہ نہیں کرتے۔ کیا آپ کو اس کا سبب معلوم ہے؟ لوگوں نے مجھ سے کہا تھا کہ چونکہ آپ امیر المؤمنین کے پاس عموماً گفت وشنید کے لیے جاتے رہتے ہیں کسی مجلس میں ہماری اس ذہنی خلش اور بے چینی کا حل دریافت کر لیں۔

میرے والد علیؓ کے پاس تشریف لے گئے اور کہنے لگے: امیر المؤمنین! لوگ آپ کے بارے میں بے چین ہیں۔ انہوں نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو والد صاحب نے ان کو ساری بات بتادی۔ کہ آپ گرمی اور سردی سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے ...... حضرت علیؓ بڑے تحمل سے کہنے لگے: اے بو لیلیٰ! کیا تم ہمارے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک نہیں تھے؟ ابو لیلیٰ نے جواب دیا: یقیناً میں آپ کے ہمراہ تھا...... تو علیؓ کہنے لگے: اس غزوہ میں نبی اکرم ﷺ نے ابوبکر کو مقابلے کے لیے بھیجا انہوں نے مجاھدین کے ساتھ لشکر کشی کی لیکن وہ دشمن کو مات نہ دے سکے۔ اور واپس آگئے۔ پھر آپ نے عمرؓ کو لشکر کے ساتھ بھیجا لیکن وہ بھی بغیر کامیابی

(۱) مجمع الزوائد: ۹/۳۵۰۔ یہ روایت مرسل ہے البتہ باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔ طبرانی کی سند کے راوی کتب صحاح کے راوی ہیں۔ حیاۃ الصحابہ: ۳/۶۵۱۔

کے واپس آ گئے۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

((لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يَفْتَحُ اللّٰهُ لَهُ لَيْسَ بِفَرَّارٍ))

''اب میں اپنا جہادی پرچم اس شخص کے ہاتھ میں پکڑاؤں گا جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ اللہ اس کو فتح و کامرانی سے ہمکنار کرے گا اور وہ میدان جنگ سے فرار ہونے والا بھی نہیں ہے۔''

پھر آپؐ نے میری طرف پیغام بھیجا اور مجھے بلوالیا۔ میری آنکھوں میں سخت تکلیف تھی۔ میں اسی حالت میں حکم رسالت کی تعمیل کرتے ہوئے پہنچ گیا۔ آنکھوں سے کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ آپؐ نے میری آنکھوں میں لعاب مبارک لگایا۔ اور دعا فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ اكْفِهِ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ))

''اے اللہ! اس کو گرمی و سردی سے محفوظ فرما۔''

اسی دعا کا نتیجہ ہے کہ اس وقت سے لے کر آج تک مجھے گرمی یا سردی نے کبھی تکلیف نہیں دی۔ [1]

(۱) مجمع الزوائد: ۹/۱۲۲۔ مختصراً ۹: ۱۲۲۔ طبرانی (اوسط میں) حسن سند ہے۔ حیاۃ الصحابہ: ۳/۶۵۲۔

دشمنان صحابہؓ کا انجام

جہجاہ غفاری کا حال

عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں: امیر المومنین عثمانؓ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اسی اثناء میں جہجاہ غفاری آیا اور اس نے آپ کے ہاتھ سے عصا چھین کر آپ کے گھٹنے پر اتنے زور سے مارا کہ وہ عصا ٹوٹ گیا۔ اور گھٹنا انتہائی زخمی ہو گیا...... اس واقعہ کو ابھی ایک سال نہیں بیتا تھا۔ کہ اللہ نے جہجاہ کے اس ہاتھ پر ایک زخم پیدا کر دیا اور وہ ہاتھ کا زخم اس قدر شدید بیماری کی صورت اختیار کر گیا کہ آخر کار جان لیوا ثابت ہوا۔ (۱)

سعد بن ابی وقاصؓ کا حاسد

عبدالملک بن عمیر بیان کرتے ہیں: ایک مسلمان آدمی، سعد بن ابی وقاصؓ کے بارے میں یہ شعر پڑھنے لگا۔

نُقَاتِلُ حَتّٰی یُنَزِّلَ اللّٰهُ نَصْرَهٗ وَسَعْدٌ بِبَابِ الْقَادِسِيَّةِ مُعْصِمُ

"ہم لڑتے ہیں حتیٰ کہ اللہ اپنی مدد نازل کر دیتا ہے اور سعد قادسیہ کے دروازے پر اپنے آپ کو بچا کر رکھتا ہے"

فَأُبْنَا وَقَدْ آمَتْ نِسَاءُ نَا كَثِيْرَةً وَنِسْوَةُ سَعْدٍ لَيْسَ فِيْهِنَّ أَيِّمُ

"جب ہم لوٹتے ہیں تو ہماری کتنی عورتیں بیوہ ہو چکی ہوتی ہیں اور سعد کی بیویوں میں سے کوئی بھی بیوہ نہیں ہے"

جب سعدؓ کو اس الزام تراشی کی اطلاع ملی تو ہاتھ اٹھا کر کہنے لگے:

---

(۱) دلائل النبوۃ (ابو نعیم): ص ۲۲۱۔ حیاۃ الصحابہ: ۳/ ۶۶۰۔

((اَللّٰهُمَّ كُفَّ لِسَانَهُ وَيَدَهُ عَنِّي بِمَا شِئْتَ))

''اے اللہ تو جیسے چاہتا ہے اس کی زبان اور ہاتھ کو مجھ سے روک لے۔''

چنانچہ سعدؓ کی دعا نے اثر دکھایا اور جنگ قادسیہ کے اسی دن اسے ایسا تیر لگا کہ اس کا ہاتھ بھی کٹ گیا اور زبان بھی کٹ گئی اور آخر کار وہ دنیا سے چلا گیا۔ (۱)

حسینؓ کا دشمن

وائل بن علقمہ یا ابن وائل بن علقمہ بیان کرتے ہیں۔ میری موجودگی میں ایک آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا: کیا تمہارے اندر حسین ہے؟ جواب ملا ہاں۔ وہ کہنے لگا۔ میں اسے آگ کی بشارت دیتا ہوں۔

حسینؓ نے جواب دیا: میں اللہ رب رحیم کے ساتھ بشارت کی امید رکھتا ہوں اور اسی طرح رسول اکرم ﷺ جو ہماری شفاعت بھی کریں گے۔ اور جن کی اطاعت بھی کی جاتی ہے۔ لوگوں نے پوچھا: تو کون ہے؟ کہنے لگا: میں ابن جویرہ (یا ابن جویزہ) ہوں۔ حسینؓ کہنے لگے ((اَللّٰهُمَّ حُزْهُ اِلَى النَّارِ)) ''اللہ اسے آگ کی طرف لے جا''...... اس آدمی کی سواری اسے لے کر سرپٹ دوڑ پڑی اور بے لگام ہو گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ آدمی گر پڑا لیکن اس کا پاؤں رکاب میں پھنس گیا اور اس کے ساتھ گھسٹتا رہا۔ اور آخر کار اس جانور پر اس آدمی کا صرف پاؤں لٹکتا رہ گیا اور وہ خود کہیں گر کر تباہ ہو گیا۔ (۲)

❀❀❀

---

(۱) مجمع الزوائد: ۹/۱۵۴۔ طبرانی نے دو سندوں سے بیان کیا ہے۔ ایک سند کے راوی ثقہ ہیں۔ حیاۃ الصحابہ: ۳/۶۶۲۔

(۲) طبرانی: ۳/۲۸۴۲ (الکبیر میں)۔ مجمع الزوائد: ۹/۱۹۳۔ اس کے راوی ثقہ ہیں اور یہ کلبی راوی سے مروی ہے۔ ۹/۱۹۳۔ اس میں عطار بن سائب ہے اور ثقہ ہے لیکن اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔ حیاۃ الصحابہ: ۳/۶۶۲۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور غیر انسانی مخلوق

وفات عمرؓ پر جنات کا حال

مالک بن دینار بیان کرتے ہیں: جب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت ہوئی تو جبل تبالہ کی طرف سے ایک آواز لوگوں کے کانوں میں پڑی جس میں شہادت عمرؓ پر مرثیہ کہا جا رہا تھا۔ اس آواز میں یہ اشعار تھے۔

لِيَبْكِ عَلَى الْإِسْلَامِ مَنْ كَانَ بَاكِيًا
فَقَدْ اَوْ شَكُوْا هَلْكَى وَمَا قَدُمَ الْعَهْدُ

"جو کوئی رونا چاہتا اسے اسلام پر آنسو بہانا چاہیں۔ عنقریب مسلمان ہلاک ہوں گے حالانکہ وفات عمرؓ کو زیادہ عرصہ نہ ہوا ہوگا۔"

وَاَدْبَرَتِ الدُّنْيَا وَ اَدْبَرَ خَيْرُهَا وَقَدْ مَلَّهَا مَنْ كَانَ يُوْقِنُ بِالْوَعْدِ

"دنیا اور بہترین لوگ منہ موڑتے جا رہے ہیں۔ اور جو وعدہ قیامت پر یقین رکھتا ہے وہ اس دنیا سے اکتا گیا ہے۔"

لوگوں نے اس آواز کی تلاش کی لیکن انہیں کوئی انسان نظر نہ آیا۔ (۱)

حسینؓ اور جنات

ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ حسین بن علیؓ کی پر موت پر جنات کے رونے کی آواز سنائی دی گئی تھی۔ (۲)

---

(۱) حاکم: ۹۴/۳ ذھبی نے بھی موافقت کی ہے۔ دلائل النبوۃ ابونعیم ص ۲۱۰۔ یہ معروف موصلی سے روایت ہے۔ حیاۃ الصحابہ: ۶۶۴/۳۔

(۲) طبرانی (الکبیر میں) ۲۸۶۲/۳۔ ۲۸۶۵۔ مجمع الزوائد: ۱۹۹/۹۔ اس کے راوی بخاری والے ہیں۔

مالک بن عبداللہؓ کی کرامت

صحابی رسول مائلہ بن عبداللہؓ کے آزاد کردہ غلام حسان سے مروی ہے کہ جس نے اپنے آقا مالک بن عبداللہ خثعمی (۱) کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو ان کی پنڈلی میں ایک رگ نظر آئی جس پر ''اللہ'' لکھا ہوا تھا۔ میں غور سے دیکھنے لگا: تو انہوں نے کہا: کیا دیکھتے ہو۔ یہ لفظ کسی کاتب کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ (۲)

اسلام عمرؓ اور فرشتوں کی خوشی

ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں: جب عمر فاروقؓ مشرف باسلام ہوئے تو فرشتہ خدا جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لایا کہنے لگا: اے اللہ کے حبیب محمد ﷺ: بلاشبہ عمرؓ کے اسلام لانے سے آسمان والوں نے بہت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا ہے۔ (۳)

ولی کامل براء بن مالکؓ (۴)

انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((كَمْ مِنْ أَشْعَثَ أَغْبَرَ ذُو طِمْرَيْنِ لَايُؤْبَهُ بِهِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ مِنْهُمُ الْبَرَاءُ))

کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جن کے بال پراگندہ ہوتے ہیں اور وہ غبار آلود ہوتے ہیں۔ بوسیدہ کپڑوں پر گزارہ کرتے ہیں۔ جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ لیکن اگر یہ لوگ اللہ پر کوئی قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔ انہیں میں سے ''براءؓ'' ہیں۔ (۵)

---

(۱) مائلہ بن عبداللہ ابو حکیم خثعمی فلسطینی۔ سیر اعلام النبلاء: ۴/۱۰۹ نمبر ۳۵۔

(۲) مجمع الزوائد: ۹/۴۰۶۔ طبرانی میں بھی ہے۔ اس کی سند میں حسان اور ابو سلمہ مجہول ہیں باقی تمام ثقہ ہیں۔

(۳) صحیح ابن حبان: ۶۸۴۴۔

(۴) براء بن مائلہ بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام۔ سیر اعلام النبلاء: ۲/۱۹۰۔ نمبر ۲۶۔

(۵) ترمذی مناقب صحابہ: ۳۸۵۴۔ ۹/۱۹۲۔ یہ حدیث صحیح حسن ہے۔

شہداء صحابہ میں آثار زندگی

شہداء احد

پہلی روایت: ابونضرہ، جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں: جب غزوہ اُحد کا وقت قریب آیا تو رات کے وقت میرے والد عبداللہ نے مجھے بلایا اور کہنے لگے: مجھے یقین ہے کہ صبح میں ان صحابہ کراموںؓ میں سے گنا جاؤں گا جو اولین مقتولین معرکہ ہوں گے۔ اور میں رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے بعد کوئی ایسا شخص چھوڑ کر نہیں جا رہا جو میرے نزدیک تجھ سے زیادہ عزیز ہو۔ بیٹا! مجھ پر کافی قرض چڑھا ہوا ہے۔ تم میری طرف سے ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ بہترین سلوک کرنا۔

جابرؓ کہتے ہیں۔ صبح ہوئی میدان کارزار گرم ہوا۔ معرکہ آرائی کے جوہر نظر آئے۔ اور میرے والد صاحب سب سے پہلے شہید ہو گئے۔ جنگ کے بعد میں نے ان کو ایک شہید صحابی کے ہمراہ ایک قبر میں دفن کر دیا۔ لیکن میرے دل کو اطمینان اور سکون نہیں آ رہا تھا۔ مجھے یہ بے قراری ستا رہی تھی کہ میرے والد کی آرام گاہ میں دوسرا شخص کیوں ہے۔ میں نے چھ ماہ کے بعد ان کو وہاں سے نکالا۔ تو کان کے علاوہ ان کا باقی پورا جسم جوں کا توں تھا۔ بالکل تبدیلی نہ ہوئی تھی۔ (۱)

دوسری روایت: عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوصعصعہ سے روایت ہے۔ مجھے ایک عجیب خبر پہنچی اور وہ یہ ہے: بنوسلمہ کے دو مجاہدوں عمرو بن جموح انصاری اور عبداللہ بن عمرو انصاریؓ کی قبر کی طرف سیلاب نے رخ کر کے بوسیدہ کر ڈالا۔ دونوں ایک ہی قبر میں تھے۔ جنگ احد کے دن دونوں شہید ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے ان کی قبروں کو

---

(۱) حاکم: ۲۰۳/۳ صحیح حدیث ہے مسلم کی شرط پر ہے۔ طبقات ابن سعد ۵۶۳/۳: حیاۃ الصحابہ: ۶۹۲/۳۔

اکھیڑ ڈالا تاکہ انہیں وہاں سے نکال کر کسی اور جگہ منتقل کر دیا جائے۔ جب ان کی لاشیں برآمد ہوئیں۔تو کرشمۂ الٰہی کی بنا پر دونوں کے مبارک جسموں میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہ ہوئی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کل دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ان دونوں میں سے ایک صحابیؓ میدان جنگ میں جب زخمی ہوا تھا تو اس نے اپنے زخم پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔اسی حالت میں اسے سپرد خاک کر دیا گیا تھا۔ جب انہیں قبر سے نکالا گیا تو وہ اب بھی اسی حالت میں تھا۔ کسی نے اس ہاتھ کو زخم سے ہٹایا تو وہ پھر اپنی جگہ پر آ گیا۔اور یہ واقعہ غزوہ احد کے چھیالیس سال بعد پیش آیا تھا۔ (۱)

تیسری روایت: ابن اسحاق اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں: مجھے کچھ انصاریوں نے بتایا کہ جب معاویہؓ نے شہداء کی قبروں کے پاس سے چشمہ جاری کیا۔تو ہم نے ان کی قبروں کی طرف توجہ دی غور کرنے سے پتہ چلا کہ ان دونوں صحابیوںؓ کی قبر میں چشمے کا پانی پہنچ چکا ہے۔ہم نے ان دونوں کو وہاں سے نکالا۔ دونوں پر ایک ہی چادر تھی جس کے ساتھ ان کے چہروں کو ڈھانپا گیا تھا۔ اور پاؤں کو جڑی بوٹیوں کے ساتھ چھپایا گیا تھا۔ جب انہیں نکالا گیا تو ان کے جسم اسی طرح نرم و نازک ہونے کی وجہ سے مڑ رہے تھے جیسا کہ انہیں کل تازہ دفن کیا گیا ہو۔ (۲)

(۱) حیاۃ الصحابہ: ۳/۵۹۲۔

(۲) دلائل النبوۃ (بیہقی): ۳/۲۹۱۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سچے خواب

عثمان رضی اللہ عنہ کا خواب

کثیر صلت بیان کرتے ہیں: جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ انہیں تھوڑی دیر کے لیے اونگھ آ گئی جب بیدار ہوئے تو کہنے لگے: اگر مجھے لوگوں کی اس بات کا خدشہ نہ ہوتا جسے وہ پھیلائیں گے کہ عثمان خود ہی فتنہ کی تمنا کرتا تھا۔ اگر چہ خطرہ نہ ہوتا تو میں تمہیں ایک خبر سناتا۔ کثیر بن صلت کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے عرض کی! اللہ آپ رضی اللہ عنہ کو اصلاح و درستگی نصیب فرمائے۔ ہمیں آپ رضی اللہ عنہ بتا دیجیے۔ کیونکہ ہم لوگوں کی طرح نہیں ہیں ہم افواہیں نہیں پھیلاتے تو وہ کہنے لگے: میں نے ابھی خواب دیکھا ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے فرما رہے تھے: ((اِنَّكَ شَاهِدٌ مَعَنَا الْجُمُعَةَ)) ''اے عثمان! تم جمعے کے دن ہمارے پاس آ جاؤ گے۔[1]

حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا خواب

فلفلہ جعفی کہتے ہیں میں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ عرش کے ساتھ لٹک رہے ہیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے آپ کے پہلوؤں کو پکڑ رکھا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا جنہوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلوؤں کو پکڑ رکھا تھا۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا جنہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو پکڑ رکھا تھا اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے زمین کی طرف خون بہہ رہا ہے۔ جب حسن رضی اللہ عنہ یہ خواب بیان کر رہے تھے تو ان کے پاس کچھ شیعہ لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے وہ کہنے لگے کہ آپ نے علی رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا۔ تو حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میرے نزدیک محبوب منظر تو یہی تھا کہ میں اپنے باپ علی رضی اللہ عنہ کو دامن رسول پکڑے ہوئے دیکھتا لیکن یہ ایک خواب ہے جو میں نے بغیر کمی بیشی کے تمہارے گوش گزار کر دیا ہے۔[2]

---

(۱) حاکم: ۹۹/۳۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ اور ذھبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

۲) طبرانی (کبیر میں): ۵۹/۳۔۲۷۔ مجمع الزوائد: ۹۶/۹۔ طبرانی نے مختصر بیان کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

آثار وعلامات نبوت کا دیدار

عبداللہ بن عمرؓ کی رویت

عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں: صحابہ کرامؓ میں سے کئی لوگ زمانہ نبویؐ میں کوئی خواب دیکھتے تو رسول اکرم ﷺ کے سامنے پیش کر دیتے۔ اور آپؐ مناسب تعبیر فرما دیتے۔ میں ایک نوعمر لڑکا تھا۔ شادی سے پہلے مسجد میں سو جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے دل میں سوچا کہ اے عبداللہ! اگر تجھ میں کوئی بھلائی ہے تو یقیناً تو بھی ان کی طرح کوئی خواب دیکھے گا چنانچہ رات کو سونے سے پہلے میں نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر تیرے علم میں میرے بارے کوئی بھلائی موجود ہے تو مجھے کوئی خواب دکھا...... میں نے نیند آغوش میں چلا گیا۔ اچانک دو فرشتے آئے دونوں کے ہاتھوں میں لوہے کا ایک ایک ہتھوڑا تھا۔ انہوں نے مجھے پکڑا اور جہنم کی طرف چل دیے۔ میں اللہ سے دعا کرتا جا رہا تھا: اے اللہ میں جہنم سے تیری پناہ میں آتا ہوں...... یکایک ایک تیسرا فرشتہ نمودار ہوا اس کے ہاتھ میں بھی لوہے کا ہتھوڑا تھا۔ وہ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا: ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں تم تو بہت اچھے آدمی ہو بشرطیکہ کثرت سے نماز میں مصروف رہا کرو۔ بہر حال وہ مجھے لے گئے اور جہنم کے کنارے پر کھڑا کر دیا۔ وہ کنویں کی طرح گول تھی۔ جس کے ارد گرد منڈیر بھی تھی اور کنویں کی رسیوں کی طرح اس کی رسیاں بھی تھیں۔ ہر ایک پر لوہے کا ہتھوڑا لیے فرشتہ موجود تھا۔ میں نے دیکھا اس میں کچھ آدمیوں کو زنجیروں سے جکڑ کر لٹا دیا گیا تھا۔ ان کے سر نیچے تھے۔ اور ان میں کچھ قریش کے آدمی تھے۔ پھر انہوں نے مجھے وہاں سے ہٹا دیا۔ ادھر میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اپنی ہمشیرہ حفصہؓ کو یہ خواب سنایا۔ اس نے نبی علیہ السلام کے سامنے

پیش کردیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَرٰی عَبْدَاللّٰهِ رَجُلًا صَالِحًا)) ''میں عبداللہ کو نیک اور صالح دیکھتا ہوں۔''

طلحہ بن عبداللہ تمیمی کا نظارہ

طلحہ بن عبداللہ تمیمی بیان کرتے ہیں۔ بلی جگہ سے دو آدمی رسول اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ اور بیک وقت اسلام میں داخل ہو گئے۔ ان میں سے ایک صحابیؓ بہت محنتی تھا۔ اور دوسرے سے بڑھ کر محنت و کوشش کرتا تھا۔ اس نے ایک جنگ میں شرکت کی اور شہادت سے سرخرو ہو گیا۔ وقت گزرتا رہا۔ ایک سال کے بعد دوسرا صحابیؓ طبعی موت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گیا۔

طلحہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک دفعہ نیند میں دیکھا کہ جنت کے دروازے پر کھڑا ہوں۔ یکایک مجھے وہ دونوں مسلمان نظر آئے۔ کوئی شخص جنت سے نکلا اور اس صحابیؓ کو اندر لے گیا۔ جو بعد میں فوت ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ آیا اور اس شہید کو بھی لے گیا۔ پھر کچھ دیر بعد آ کر مجھے کہنے لگا: تم ابھی واپس چلے جاؤ۔ ابھی تمہارا وقت نہیں آیا۔

صبح بیدار ہو کر طلحہ نے لوگوں کو یہ خواب سنا دیا۔ انہوں نے بہت تعجب کا اظہار کیا۔ اور رسول اکرم ﷺ کو اطلاع مل گئی آپ نے فرمایا: ((مِنْ اَیِّ شَیْءٍ تَعْجَبُوْنَ)) ''تم تعجب کیوں کر رہے ہو؟'' طلحہؓ عرض کرنے لگے: حضور! تعجب یہ ہے کہ دین میں زیادہ کوشش کرنے والا اور راہ خدا میں جان کا نذرانہ پیش کرنے والا جنت میں دیر سے پہنچا اور طبعی موت مرنے والا جنت میں پہلے داخل ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا:

((أَلَیْسَ قَدْ مَکَثَ هٰذَا بَعْدَهٗ سَنَةً وَ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَصَامَهٗ قَالُوْا بَلٰی وَ صَلّٰی کَذَا وَکَذَا مِنْ سَجْدَةٍ فِی السَّنَةِ قَالُوْا بَلٰی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: لَمَا بَیْنَهُمَا أَبْعَدُ مِمَّا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ))

''اچھا یہ بتاؤ کہ وہ دوسرا مومن پورا سال زندہ نہیں رہا کیا اس نے رمضان میں روزے نہیں رکھے؟ صحابہؓ نے عرض کی۔ کیوں نہیں واقعی اس نے روزے

رکھے۔ آپؐ نے فرمایا۔اوراس نے سال میں بے شمار سجدے نہیں کیے؟ صحابہؓ نے کیے ہیں۔آپؐ نے فرمایا: اسی وجہ سے دونوں میں زمین وآسمان سے زیدہ درجات کافرق پڑگیا ہے۔"(1)

عبداللہ بن زیدؓ کی اذان

محمد بن عبداللہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ عبداللہ بن زید بن عبدرب نے ہمیں بتایا: جب رسول اکرم ﷺ نے ناقوس (لوہے کاٹکڑا جسے لکڑی سے بجایا جاتا ہے)۔تیار کرنے کا حکم دیا۔تاکہ اس کے ذریعے لوگوں کونماز کی طرف جمع ہونے کی اطلاع دی جائے۔تو ان دنوں میں ایک دفعہ سورہا تھا مجھے ایک خواب آیا۔میں نے دیکھا کہ میرے قریب ہی ایک شخص ہاتھ میں ناقوس لیے چل پھر رہا ہے۔میں نے کہا: اے اللہ کے بندے: کیا تم اس ناقوس کو بیچو گے؟ اس نے پوچھا: اسے لے کر کیا کرو گے؟ میں نے اسے بتایا: ہم اس کے ذریعے لوگوں کونماز کی طرف دعوت دیں گے۔اس نے کہا: کیا تمھیں ایسی چیز کی خبر نہ دوں جو اس سے بہتر اور عمدہ ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں ضرور بتلایئے۔تو اس نے کہا: تم درج ذیل الفاظ کے ذریعے بلایا کرو۔

﴿اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

پھر وہ واپس چلنے لگا لیکن ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ واپس مڑ کر آ گیا اور کہنے لگا۔جب نماز کھڑی ہو تو درج ذیل کلمات کہا کرو۔

﴿الله اكبر الله اكبر اشهد ان لا اله الاالله اشهد ان محمد

(1) ابن ماجہ کتاب تعبیر الرویا باب تعبیر الرویا نمبر ۳۹۲۵۔۲/۱۲۹۴ دلائل النبوۃ (بیہقی) :۶/۱۶۰اوراس نے کہا ہے یہ مرسل ہے

رسول اللّٰہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح قدقامت الصلوٰۃ
اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ ﴾

جب صبح ہوئی میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ اور اس خواب کی تفصیل سنا دی تو آپ ؐ نے فرمایا۔

((اِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٍّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَأَلْقِ عَلَيْهِ مَارَأَيْتَ فَلْيُؤَذِّنْ فَإِنَّهُ أَنْدٰى صَوْتًا مِّنْكَ))

یقیناً تمہارا خواب حقیقت پر مبنی ہے۔ لہٰذا بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ اور اسے وہ کلمات بتاؤ جو تم نے خواب میں دیکھے ہیں۔ اور اذان بلال کو دینی چاہیے کیونکہ اس کی آواز تمہاری آواز سے بلند ہے چنانچہ میں بلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اس کو کلمات بتاتا جاتا اور وہ ان کو ادا کرتے جاتے۔

جب ان کلمات کی آواز عمر فاروق ؓ کے گھر پہنچی تو وہ جلدی سے چادر سنبھالتے ہوئے نکلے اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ؐ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر معبوث کیا ہے۔ بعینہ یہی الفاظ میں نے خواب میں سنے ہیں۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ((فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ)) ”اللہ ہی کے لیے ہر حمد ہے۔“(۱)

طفیل بن سنجرہ اور چند یہودی

طفیل بن سنجرہ ؓ (جو کہ عائشہ ؓ کے مادری بھائی تھے) بیان کرتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں یہودیوں کے ایک گروہ کے پاس آیا ہوں اور ان سے کہا: تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم یہودی ہیں۔ پھر میں نے کہا: تم سب سے بہتر اور کامل ترین لوگ ہوتے۔ اگر تم عزیر کو اللہ کا بیٹا نہ گردانتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم بھی بہترین اور کامل ترین امت ہوتے اگر یہ نہ کہتے ((مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ)) ”جو اللہ چاہے اور محمد

(۱) ابوداؤد کتاب الصلوۃ، نمبر ۴۹۹۔ مسند احمد: ۴/۴۳۔ سنن بیہقی: ۱/۳۹۰۔ دلائل النبوۃ (بیہقی): ۷/۱۸۔

چاہے" پھر میں عیسائیوں کے گروہ کے پاس آیا۔ اوران سے پوچھا، تم کون ہو؟ کہنے لگے: ہم عیسائی ہیں۔ میں نے کہا: تم بہترین لوگ ہوتے اگر عیسی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہ کہتے۔ تو انہوں نے جواب دیا: تم بھی کامل ترین لوگ ہوتے اگر یہ نہ کہتے ((مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ)) "جو اللہ چاہے اور محمد چاہے"

میں صبح بیدار ہوا اور لوگوں کو یہ خواب بتا دیا۔ آپؐ نے دریافت کیا:

((هَلْ اَخْبَرْتَ بِهٰذَا أَحَدًا))

"کیا تم نے یہ خواب کسی اور کو بھی بتا دیا ہے؟"

میں نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ ﷺ کھڑے ہوئے لوگوں کو اکٹھا کر کے انہیں خطبہ دینے لگے۔ آپ ﷺ نے اللہ حمد وثنا کی اور فرمایا:

((أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ طُفَيْلًا رَأَى رُؤْيَا فَأَخْبَرَ بِهَا مَنْ اَخْبَرَمِنْكُمْ وَاَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ كَلِمَةً وَكَانَ لَمْنَعُنِي الْحَيَاءُ مِنْكُمْ عَنْهَا فَلَا تَقُوْلُوْا: مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدًا ﴾

حمد صلوۃ کے بعد...... طفیل نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اور تم میں سے لوگوں کو اس کی خبر دی جا چکی ہے۔ اور واقعی تم یہ الفاظ آپس میں کرتے رہتے ہو۔ میں نے تم کو اس کام سے روکنے میں حیاء محسوس کرتا تھا۔ لہٰذا اب تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ ((مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ))

ابو امامہؓ اور فرشتوں کی دعائے رحمت

ایک آدمی ابو امامہؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ میں نے خواب میں تمہارے لیے فرشتوں کو دعا رحمت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ جب بھی تم اندر آتے ہو یا باہر نکلتے ہو۔ کھڑے ہوتے ہو یا بیٹھتے ہو۔ وہ تمہارے لیے بدستور دعائیں کر رہے تھے۔ وہ کہنے لگے: اے اللہ! مجھے معاف فرما۔ ہم تم سے ہٹ کر ایک طریقہ اپناتے ہیں۔ اگر تم بھی چاہو تو فرشتے تمہارے لیے بھی دعائیں کر سکتے ہیں پھر انہوں نے آیات تلاوت کیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا﴾

''اے ایمان والو! اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو۔ اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کیا کرو اللہ وہ ذات جو تم پر رحمتیں بھیجتا ہے۔ اور فرشتے تمہارے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں تاکہ اللہ تمہیں گمراہیوں سے نکال کر نور ھدایت کی طرف لے آئے۔ اور وہ اللہ مومنوں کے ساتھ بہت رحم وکرم فرمانے والا ہے۔''
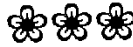
ہماری چند دیگر کتب

حدیبیہ پبلیکیشنز

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور